Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

تدریسِ اُردو

ڈاکٹر دیوندر گپتا

نریندرا پبلشنگ ہاؤس جالندھر

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

GC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

تدریسِ اردو

ڈاکٹر دیوندر گپتا

نریندرا پبلشنگ ہاؤس جالندھر

G.M. College of Education
Raipur, Bantalab
Jammu.
Acc. No. 3563
Dated

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

نام کتاب — تدریس اُردو

نام مصنف — ڈاکٹر دیوانندر گپتا

زیر اہتمام — محمد اقبال

تعداد —

قیمت — PRICE : Rs. 20.00

پبلشر — نریندرا پبلشنگ ہاوس جالندھر

تقسیم کار

ہرنام داس اینڈ برادرس پکا ڈنگا

جموں (توی)

Printed at :
HAMDARD PRINTING PRESS
JALANDHAR.

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

ترتیب

مضمون	صفحہ نمبر
دو باتیں	5
1۔ اُردو زبان کا آغاز و ارتقاء	6
2۔ اُردو بحیثیت مادری زبان	10
3۔ جموں و کشمیر میں اُردو	13
4۔ طریقہ تعلیم	17
5۔ مطالعہ اور اس کے اقسام	25
6۔ املا نویسی کی اہمیت	31
7۔ اُردو نظم کی تدریس	36
۸۔ قواعد کی تدریس	39
۹۔ اُردو انشاء کی تدریس	43
۱۰۔ نمونے اشارات	47
۱۱ خطوط نویسی	56
12 ڈراما کی تدریس	57
13 تقریری کام یا بول چال	62
14 اُردو پڑھانے کا نصاب	66
15 زائد از نصاب مصروفیات بزم مشاعرہ ۔ بزم ادب بزم تمثیل ۔ انجمن مباحثہ	68
16 اُردو کا معلم	71
۱۷۔ درسی کتب	75
۱۸۔ اصناف اُردو	79

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

19 توضیحات کی اہمیت	90
تصاویر۔ تعلیمی تاش	
فلیش کارڈ۔ تختہ سیاہ	
20۔ بچوں کے ادب کی خصوصیات	94
21۔ اُردو کے ادیب اور شاعر	96
22۔ اسباق کے اقسام	105
ہربارٹی طریقہ۔ علمی طریقہ	
مباحثی طریقہ مشقی طریقہ	
اجتماعی طریقہ۔ منصوبی طریقہ	
23۔ اُردو کے امتحانات	111
امتحانات کے فائدے	
امتحانات کے اقسام	
جدید طریقہ امتحان کے فوائد	
24۔ اُردو پڑھانے کے مقاصد	118
اردو بولنا سکھانا۔ اُردو سمجھنا سکھانا	
اُردو پڑھنا سکھانا۔ اُردو لکھنا سکھانا	
ذوقِ سلیم کی پرورش	
اخلاقی تربیت	
فیصلہ اور تخیل کی مشق	
25 امتحانی پرچہ جات	123

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

دو باتیں

کتاب گو کاغذوں سے بنی ہوئی ہوتی ہے لیکن ان لاکھوں آدمیوں سے اچھی ہوتی ہے جو جانوروں کی طرح اس دُنیا میں زندگی گزارتے ہیں۔ جن کی ذات سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ فائدے کی بات تو الگ رہتی ہے، ان کی صحبت سے لاکھوں آدمیوں کی زندگیاں تباہ ہو جاتی ہیں۔ کتاب کا جسم لوگوں کی بھلائی کے لئے ہوتا ہے لیکن شرط یہ ہوتی ہے کہ اُس کو شروع سے لے کر آخر تک پڑھا جائے۔ صرف ورق گردانی سے کتاب کے جسم کو تکلیف پہنچتی ہے۔ یہ تدریس اُردو خود چل کر دوسروں کے پاس پہنچ نہیں سکتی جس طرح یہ آپ کو فائدہ پہونچائے گی اسی طرح آپ بھی دوسروں کو فائدہ پہنچائیں

غلطی انسانی فطرت کا خاصہ ہے اس لئے مجھ سے بھی ہو سکتی ہے کتاب کی خامیوں یا معیار و خوبیوں کو پرکھنا، کتاب سے استفادہ کرنے والے (زیر تربیت اساتذہ) کا کام ہے۔ اساتذہ اور اہل علم و فن حضرات سے گزارش ہے کہ خامیوں سے آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ اصلاح ہو سکے۔ اُمید ہے کہ ڈی۔ ای۔ ایڈ اور بی۔ ای۔ ایڈ کے زیر تربیت اساتذہ کے لیے یہ کتاب مفید ثابت ہو گی

احقر

ڈاکٹر دیواندر گپتا

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اُردو زبان کا آغاز و ارتقاء

علم زبان کے معین اور مستقل علم سمجھے جانے کے بعد سے ہی ماہر لسانیات اس مسئلے پر غور و فکر کرتے رہے ہیں موجودہ ماہر لسانیات اس خیال کو قبول کرنے سے معذور ہیں کہ زبان انسان کے ذہن میں کود پڑی یا خدا نے بنی بنائی زبانیں انسان کے دماغ میں اُتار دیں بلکہ تجربی علوم کی وسعت اور زبانوں کے گہرے مطالعے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ زبانیں بھی کائنات کی دوسری ساری اشیاء کی طرح ایک کافی الجھے ہوئے لیکن منظم ارتقا کا نتیجہ ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابتدا میں زبانیں سادہ روپ میں تھیں لیکن جوں جوں قومیں اپنی ابتدائی سادہ حالت سے مہذب اور شائستہ زندگی کی پیچیدگیوں کی طرف بڑھتی گئیں زبانیں بھی اسی مناسبت سے سادہ حالت سے پیچیدہ حالت میں ارتقا پاتی گئیں یہ بات مسلم ہو چکی ہے کہ زبان یعنی ملفوظ کلام کا آغاز اسی نفسیاتی عمل کا نتیجہ ہے جو انسان کے ذہن میں جاری ہے۔

آریوں کی آمد سے قبل ہندوستان میں مختلف بولیاں رائج تھیں شروع شروع میں تو آریہ لوگ محدود علاقے میں آباد تھے۔ اس لئے ان کی زبان میں خاص تبدیلی واقع نہ ہوئی۔ مگر جوں جوں وہ ملک کے طول و عرض میں پھیلتے گئے ان کی زبان میں مقامی بولیوں کے تاثرات سے فرق آتا گیا۔ چھٹی صدی قبل مسیح میں اس زبان کی ترتیب اصلاح اور تنظیم کی طرف توجہ دی گئی اور مروّج الفاظ کی بنا پر ایک مرکزی زبان سنسکرت کے نام سے عالم وجود میں آگئی۔

شروع شروع میں جب عرب، ایران، افغانستان اور ترکستان وغیرہ سے لوگ تجارت و سیر و سیاحت کی غرض سے ہندوستان آتے رہے اس طرح عربی فارسی ترکی سنسکرت پشتو وغیرہ زبانوں کے الفاظ ہندوستان کی زبان میں شامل ہو گئے۔ جس سے نئی زبان کے لئے راہ ہموار ہو گئی۔ اس کے بعد جب بن قاسم نے ہندوستان پر فاتحانہ حملہ کیا۔ تو اس کے ساتھ آئے ہوئے بہت سے لوگ یہاں آباد ہو گئے۔ فاتح کا مفتوح پر گہرا اثر پڑا جس سے نئی زبان پھیلنے اور پھولنے لگی۔ اس طرح سے مختلف زبانیں بولنے والے لوگوں کے میل جول سے زبان کی پیدائش ہوئی اور اپنے ،

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

صاف کی وجہ سے یہ زبان سارے ملک میں پھیل کر ہندوستان کی سرکاری زبان بن گئی۔

اُردو ترکی لفظ ہے، جس کے معنی ہیں لشکر گاہ اس کے علاوہ شاہی فوج کے بازار
کو اُردو کہا جاتا تھا۔ جہاں جہاں فوج رہتی تھی، وہیں خرید و فروخت کرنے والے اپنی
زبان کے ساتھ دوسروں کی زبان کے الفاظ ملا کر بولتے تھے مغلیہ دور میں شاہی فوج کے بازار
"اُردو معلیٰ" کہتے تھے اس لئے اس مخلوط زبان کا نام بھی یہی پڑ گیا۔ بعد میں لفظ "معلیٰ"
حذف کر دیا گیا اس طرح اس کے بعد خالص اُردو لفظ تحریر و تقریر میں عام ہو گیا اور مکمل ہو گیا۔

علاقائی اعتبار سے مسلمانوں کے مرکز سندھ، پنجاب، دہلی اور ان کے گرد و نواح
کے علاقے رہے انہیں علاقوں کی زبانوں میں مسلمانوں کی زبان کے الفاظ بہتات سے شامل
ہو گئے جو الفاظ زیادہ تر عربی فارسی اور ترکی زبانوں کے تھے یہی مخلوط اُردو زبان کے
پیدا ہونے کے سبب بنے۔ ان علاقوں میں بولی جانے والی بولیوں کو "مغربی ہندی" کا نام
دیا گیا۔ مغربی ہندی کا تعلق براہ راست شورسینی اپ بھرنش سے ہے جو مسلمانوں
کی آمد سے پہلے شمالی ہندوستان کی سب سے زیادہ مقبول اور ممتاز زبان ہے۔ مسلمانوں
کے یہاں آباد ہونے کے بعد شورسینی اپ بھرنش صوتی اور صرفی اختلافات کی بنیاد پر
مندرجہ ذیل پانچ بولیوں میں تقسیم ہو گئی۔

(1) کھڑی بولی یا ہندوستانی جس پر موجودہ اُردو اور ہندی کا انحصار ہے (2) ہریانی (3) برج بھاشا۔
(4) قنوجی (5) بندیلی اس طرح یہ بات صاف ظاہر ہو گئی، کہ مغربی ہندی، اُردو کی ماں
ہے ہریانی برج بھاشا قنوجی اور بندیلی اُردو کی بہنیں ہیں۔ لیکن اُردو کا تعلق حسب ذیل
دوسری اور مخلوط بولیوں سے بھی ہے۔

شمال مغرب میں:۔ پنجابی اور ملتانی سے
مشرق میں:۔ مشرقی ہندی اور اودھی وغیرہ کے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں۔

عام طور پر لوگ اُردو کو فارسی کی ایک شاخ خیال کرتے تھے اس وجہ سے اس کی ابتدا
مسلمان حملہ آوروں کی فوج میں اور مسلمان سلاطین ہند کی دارالسلطنتوں میں بتاتی ہیں
اُردو کے فارسی نژاد ہونے کی غلطی عام لوگوں کو تو اس کی وجہ سے بھی محسوس ہوتی ہے
کہ اس میں فارسی الفاظ بکثرت ہیں اور اس کی شاعری کی بحریں اور اس کا رسم الخط بھی
فارسی جیسا ہے اس کی شاعری پر لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اُردو مسلمانوں کی زبان ہے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

بمقابلہ ہندی کے جو ہندوؤں کی مخصوص زبان سمجھی جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ زبان اُردو فارسی ہندی بھاشا کی ایک شاخ ہے جو صدیوں تک دہلی اور میرٹھ کے اطراف میں بولی جاتی تھی اور جس کا تعلق شورسینی پراکرت سے براہ راست تھا۔ یہ بھاشا جس کو مغربی ہندی کہنا بجا ہے زبان اُردو کی اصل اور وہاں سمجھی جاتی ہے گوکہ اُردو کا نام اِس زبان کو ایک عرصہ کے بعد دیا گیا زبان اُردو کی صرف و نحو محاورات اور کثرت سے ہندی الفاظ کا اس میں استعمال ہونا اس بات کی بین دلیل ہے کہ اس کی ابتدا ہندی سے ہوئی اور یہ محض اتفاق تھا کہ ہندوستان کی زبان عام ہو گئی برج بھاشا کو اُردو کا ماخذ قرار دینا جو کہ مغربی ہندی کی شاخ ہے اور جیسا کہ مولانا محمد حسین آزاد نے بھی سمجھا ہے صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اس وجہ سے کہ برج بھاشا اور کے جواب میں بولی جاتی تھی گو اس بھاشا سے جو دہلی اور اطراف دہلی میں بولی جاتی تھی بہت مشابہت رکھتی تھی مگر پراکرت کی ایک علیحدہ شاخ ہے اور یہی شاخ یعنی دہلی بھاشا زبان اُردو کی اصل سمجھی جا سکتی ہے۔

لفظ اُردو ۱۷۶۵ء سے قبل استعمال کیا گیا۔ اسی زبان کو ہندوستانی بھی کہا گیا جیسا کہ سب رس، وغیرہ مختلف کتابوں میں ہے اُردو کے اعلاقائی نام بھی پڑے۔ دکن میں دکنی گجرات میں گجراتی یا گجری کہلائی۔

بقول ڈاکٹر تارا چند" اٹھارہویں صدی میں ہندو اور مسلمان دونوں اُردو کو مشترک زبان سمجھنے لگے تھے حاتم، آبرو اور مرزا مظہر جانِ جاناں کے عہد سے اُردو شعر و ادب کی باقاعدہ تصانیف کا پتہ چلتا ہے اس لئے ادبی تاریخ میں اسے پہلا دور کہا جاتا ہے۔ حاتم کے دیوان زادہ کے دیباچے سے اُردو زبان میں تراش خراش کا عمل باقاعدہ شروع ہوا میر و سودا نے عمل کو اور تیز کیا اور فارسی سے الفاظ و تراکیب لے کر اُردو کے دامن کو وسیع تر کیا۔

انگریزوں کے عہد میں انگریزی سے اُردو نے بھی بہت کچھ استفادہ کیا۔ شعر میں نظم نگاری کی ابتدا ہوئی ہیئت میں بہت سے تجربے ہوئے نئے اصناف مثلاً نظم معریٰ سانیٹ اور گیت وغیرہ کی گرم بازاری ہوئی۔ نثر میں تمثیل نگاری ناول، افسانہ ڈراما سوانح عمری تاریخی تنقید وغیرہ سے اُردو نے اپنا دامن بھرا اور اس طرح آج مقام پر پہنچ گئی ہے کہ

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

دنیا کی سب سے زیادہ بولی جانے والی زبانوں میں اس کا بھی پانچواں نمبر ہے۔

حیدرآباد میں جب جامعہ عثمانیہ قائم ہوئی تو یہ پہلی ہندوستانی زبان تھی جسے اس جامعہ میں ذریعہ تعلیم بنایا گیا اور جامعہ کے دارالترجمہ میں جدید علوم و فنون سینکڑوں کتابوں کے ترجمے اردو میں کرائے گئے اور شائع کئے گئے۔ ہند کے دستور نے اسے مملکت ہند کی سرکاری زبان تسلیم کر لیا ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اُردو بحیثیت مادری زبان

دُنیا میں ہر قوم اپنے احساسات، جذبات اور خواہشات کے اظہار کے لئے کسی نہ کسی زبان کا سہارا لیتی ہے۔ بقول علامہ السیدین کہ "بچہ اپنی ماں کے دودھ کے ساتھ ایک زبان پیتا ہے" یعنی ہر ایک شخص کی مادری زبان ہوتی ہے۔ نتیجہ کے طور پر اس کی نفسی و تہذیبی فکر کی نشوونما ہوتی ہے۔ اردو بھی قوم کی ایک مادری زبان ہے۔ لوگ اس زبان کے ذریعے اپنے ما فی الضمیر کا اظہار کرتے ہیں۔

بچہ ماں کی گود سے نکل کر پورے خاندان اور اس کے گلی محلے کے لسانی ماحول میں سانس لیتا ہے اور اس ماحول کی زندگی میں شریک ہو کر بہت کچھ سیکھتا ہے مادری زبان بچے کے قربی ماحول کی بھی دین ہے۔ اس کے ذریعے بچے کو اظہار خیال اور سعی فکر میں دِقت محسوس نہیں ہوتی

ہر شخص کو اپنی مادری زبان سے نہایت گہرا تعلق ہے اور اس کے ساتھ قدرتی اُنس ہوتا ہے بچہ ہوش سنبھالتے ہی اسے سنتا ہے۔ اس کی ہی نقل اتارتا ہے۔ اس کی مدد سے وہ اپنی بات دوسروں تک پہنچا سکتا ہے اور دوسروں کی باتوں کو سمجھ سکتا ہے۔

بچہ اسکول میں داخل ہونے سے قبل اپنا تمام وقت گھر اور محلے کے ماحول میں بسر کرتا ہے اور اُسی ماحول میں سانس لے کر اس کی ذہنی و نفسی تربیت انجام پاتی ہے وہ اپنے ماحول سے متعلق تمام باتوں پر فکری جوہر پر مبنی اظہار کو کام میں لاکر بات چیت کر سکتا ہے اس عمل میں اُسے ذرا بھی دِقت پیش نہیں آتی مادری زبان بچے کے لیے سیکھنا اس کے لیے ویسا ہی غیر محسوس عمل بن جاتا ہے جیسا کہ وہ اپنے کلچر کی دوسری باتوں کو غیر ارادی طور پر بلا کسی خارجی دباؤ کے سیکھتا چلا جاتا ہے۔

ہر علاقہ، ہر قوم اور ہر فرقہ کی زندگی میں مخصوص ضرب المثال محاورات نیز تشبیہات و تلمیحات مروج ہوتی ہے اور ان کا بدل ترجمہ کی شکل میں ڈھونڈنا پس منظر میں موجود خیال ہی بدل دینے کے مترادف ہوتا ہے اس کے علاوہ طبقاتی ماحول میں کچھ لوک گیت اور کہانیاں بھی مقبول ہوتی ہیں۔ خواہ اس طبقہ میں وہ زبان حرف بولی ہی جاتی ہو۔

لوک گیت اور کہانیاں تہذیبی وراثت کے ایک لازمی حصہ کی شکل میں ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتی رہی ہیں۔ اس قسم کی تہذیبی دولت ایک

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation, Chandigarh. Funding by IKS-MoE 2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اعتبار سے اس قوم کے ادبی احساس کی تربیت کا موجب بنتی ہے یہ دولت جس وسیلہ سے دستیاب ہوتی ہے اُسے مادری زبان کہا جاتا ہے مادری زبان ایک ایسا جوہر ہے جو ایک فرد کی زندگی کے ہر پہلو پر اثر انداز ہوتا ہے اور تہذیبی تمدنی زندگی کو اس جوہر سے الگ نہیں کیا جا سکتا ہے۔

چھ سال تک بچہ جس زبان مادری کو سمجھتا اور سمجھتا چلا آتا ہے۔ اس کا رشتہ یک قلم ختم کر دیا جائے اور اس پر ایک نئی زبان ٹھونس دینے کی کوشش کی جائے تو اس کی زندگی ایک ایسی منزل پر رُک جائے کہ بجائے فائدے کے نقصان ہوگا۔

قومی اور ملکی مفاد اور بچے کی نفسیاتی طلب کے درمیان ایک درمیان کا راستہ نکالنا از حد ضروری ہے اس کے لیے ایک ایسی زبان پر اتفاق کیا جائے جو مادری زبان سے فائدہ بھی حاصل کرلے اور اس کے ساتھ، تربیت اطفال کے وسیع تر مفاد کو بھی محفوظ بنائے۔

اُردو زبان ریاست جموں وکشمیر کے طول عرض میں بولی جانی والی زبان ہے اُردو کو ریاست میں مادری زبان تو نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن اُردو کے کل ہند چلن اور خصوصی طور پر ریاست جموں وکشمیر میں یہاں کے کلچر کے ساتھ اس کے رابطہ کو مد نظر رکھا جائے تو کہنا بجا نہ ہوگا کہ اُردو مادری زبان سے قریب تر رشتہ رکھتی ہے مادری زبان کے نقطہ نظر سے مدارس میں اُردو ادبی زبان میں بڑا فرق ہوتا ہے گھر میں جو زبان بولی جاتی ہے ادبی زبان سے مختلف ہوتی ہے۔ اُردو مادری زبان رکھنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی مادری زبان کے نشیب و فراز اور ادبی شہکاروں سے کما حقہ واقفیت حاصل کریں تاکہ اپنے احساسات و جذبات اور خواہشات کا اظہار بہتر سے بہتر طریقے سے کر سکیں اور اس زبان کے ذریعے دوسروں کے پیش کردہ خیالات کو اچھی طرح سمجھ سکیں جن لوگوں کی مادری زبان اُردو ہے وہ اپنے تہذیب و تمدن کی جھلک اُردو شاہکاروں ہی میں پائیں گے کیونکہ قوم کی مادری زبان کا ادب اس قوم کے تہذیب و تمدن عروج و زوال کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

مقاصد:-

1- ہر تعلیم یافتہ شخص میں یہ صلاحیت پیدا ہو جانی چاہیئے کہ وہ یہ زبان سہی اور روانی کے ساتھ بول سکے۔ اس کو سمجھ کر پڑھ سکے اور تحریر کے ذریعہ صاف اور واضح طور پر اپنا مطلب ادا کر سکے۔

2۔ کسی زبان کی تعلیم کا ایک بڑا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کے ذریعے طالب علم مفید اور

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اور دلچسپ علوم کا مطالعہ کر کے اپنی واقفیت اور تجربے میں وسعت اور گہرائی پیدا کر سکے چنانچہ زبان اُردو کی تعلیم کا دوسرا مقصد یہ ٹھہرتا ہے کہ بچے میں مطالعہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہو سکے اور نصاب سے باہر کی کتابیں پڑھنے کا شوق پیدا ہو سکے۔

3- طلبہ نظم و نثر کے عمدہ نمونوں سے لطف اٹھا سکیں اور ان کے جمالیاتی احساس کو تربیت حاصل ہو۔

4- اس زبان کی تعلیم کی طرف مناسب توجہ دینا درکار ہے۔

5- تہذیب و تمدن کی جھلک مادری زبان کے ادب میں ہی ملتی ہے۔

مادری زبان کی تعلیم خاطر خواہ نہ ہونے کی وجہ سے ہمارا رابطہ ماضی سے قائم نہیں رہ سکتا ادب زندگی کا تخلیقی ترجمان ہوتا ہے۔ ماضی کے رسم و رواج، تہذیب و تمدن حال کی قدروں اور مستقبل کا عکس ہم ادب کے آئینہ میں ہی دیکھ سکتے ہیں۔ مادری زبان کی تعلیم کا مقصد ہی یہ ہے کہ زبان پر عبور حاصل کر کے شعور کو پختہ کیا جائے۔

اگر مادری زبان سے غفلت برتی گئی تو آنے والی نسلیں کبھی انسان کو معاف نہ کریں گی۔ اُردو زبان ریاست میں جو ترقی کی وہ چند سالوں کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ زبان کو ترقی کے مدارج طے کرتے ہوئے صدیاں بیت گئی ہیں۔

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

شکریہ وہ ہے "ہند" کا جو پاسباں ہے
اُردو ہے جس کا نام ہماری زبان ہے۔

مادری زبان سے بہتر کوئی زبان ایک انسان کے نفس و فکر کا ساتھ نہیں دے سکتی ایک شخص ایک ایسی زبان میں اپنے دل کی بات خوبی اور وضاحت کے ساتھ ادا کر سکتا ہے مادری زبان کو ذریعہ اظہار بنانے سے جو آسانی پیدا ہو سکتی ہے وہ دوسری زبان سے نہیں آ سکتی۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

جموّں و کشمیر میں اُردو

اُردو ملک کے جن علاقوں میں ابھری اور پروان چڑھی۔ وہاں اس زبان کی ترویج اور ترقی کی راہیں بہت حد تک مسدود ہو گئیں۔ لیکن ریاست جموں کشمیر کو امتیاز اور فخر حاصل ہے کہ اس کے اپنے آئین کی رُو سے اُردو یہاں سرکاری زبان قرار دی گئی ریاست کو یہ امتیاز بعض تاریخی وجوہات کی بنا پر حاصل ہوا۔

ریاست میں پٹھانوں کے عہد حکومت کے خاتمے کے ساتھ ہی فارسی زبان کی اہمیت ایک طرح سے ختم ہو گئی۔ سکھوں کے اقتدار میں آنے کے ساتھ ہی اُردو کا رواج چل پڑا۔ ریاست کی عدالتوں محکمہ مال اور دوسرے شعبوں میں اُردو نے کاروباری زبان کا روپ دھار لیا ڈوگرہ شاہی کے دور میں اُردو ریاست کی واحد تدریسی زبان بن گئی۔ اسی دور حکومت میں زبان اُردو کی تعلیم بھی اسکولوں میں دی جانے لگی۔

سرکاری سرپرستی کے ساتھ ساتھ اُردو کو عوامی سطح پر بھی مقبولیت حاصل رہی یہ وہ ادبی زبان تھی جس میں نام پڑھے لکھے لوگ نہ صرف اپنا مافی الضمیر پیش کرتے تھے بلکہ یہی زبان اور اسی زبان کا ادب بھی ان کے مطالعہ میں رہتا تھا آزادی سے پہلے جتنی بھی ادبی اور ثقافتی انجمنیں اور ادارے ریاست میں سرگرم عمل تھے ان کی سرگرمیوں کا مرکز بھی اُردو ہی تھا ہندوستان آزاد ہونے سے پہلے ریاست میں جن ادباء اور شعراء کے نام برصغیر کے اُردو داں طبقوں میں پہچانے جاتے تھے وہ بھی اُردو ہی میں لکھا کرتے تھے ان میں لامانند ساگر پروفیسر نندلال طالب پریم ناتھ پردیسی، غ۔م طاؤس غلام رسول نازکی کنول نین پردار قیصر قلندر وغیرہ پنجاب اور دہلی کے اُردو داں طبقوں میں مقبول ہو چکے تھے۔

آزادی کے بعد بھی اُردو کو یہ اعتبار اور احترام حاصل رہا آج بھی ان اُردو لکھنے والوں کی تخلیقات شائع ہوتی ہیں اُردو میں لکھنے والے ادیبوں اور شاعروں کی نیک نیتی خلوص سنجیدگی اور کوششوں کی وجہ سے اس زبان کو وہی احترام حاصل ہو رہا ہے جو آزادی سے پہلے تھا۔

۱۹۴۷ء کے اواخر اور ۱۹۴۸ء کے اوائل میں وادی میں ایک تمدنی محاذ کی بنیاد رکھی گئی اس محاذ میں شامل ہونے والے لوگ ترقی پسند ادیب اور شاعر تھے اس محاذ کے جھنڈے تلے ان ادیبوں شاعروں ڈراما نگاروں مصوروں اور دوسرے فن کاروں نے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

جو کام سرانجام دیا اس کو کشمیر کی تاریخ فراموش نہیں کر سکتی اس زمانے میں جو اُردو ڈرامے بہت مقبول ہوئے ان میں پروفیسر محمود ہاشمی کا "یہ کشمیر ہے" اور مرحوم پریم ناتھ پر... "کا سنوالی" خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

تمدنی محاذ کا شیرازہ کچھ ہی برسوں میں بکھر گیا اور اس کے بعد کلچرل کانفرنس وجود میں آئی۔ لیکن ... کی سبھی سرگرمیاں کا مرکز کشمیر کی علاقائی زبان کشمیری بن گئی مگر ریڈیو کشمیر اور بعد میں ریڈیو کشمیر جموں کے قیام سے اُردو ادیبوں اور شاعروں کو ایک زیادہ موثر اور مقبول عام پلیٹ فارم مل گیا۔ اُردو میں خاص نشریات کے علاوہ اُردو ڈرامے کا رواج چل پڑا۔

ریاست میں تمدن زبان اور فنون سے متعلق کلچرل اکادمی کا وجود میں آنا نہایت اہم قدم تھا اکادمی نے بڑی فیاضی اور دریا دلی کے ساتھ دوسری زبانوں کے علاوہ اُردو کی طرف خاص توجہ مبذول کی۔ اُردو کی بہترین کتابوں کو انعامات سے نوازا گیا اُردو میں "شیرازہ" نام کا رسالہ جاری کیا۔ جو بڑی شان و شوکت سے اپنا کام سرانجام دے رہا ہے۔

جموں و کشمیر کلچرل اکادمی اُردو کے ادیبوں اور شاعروں کو ان کی تخلیقات کی اشاعت کے سلسلے میں امداد بھی دیتی ہے اس کے علاوہ اکادمی نے اُردو کے ادیبوں اور شاعروں کو ان کی تخلیقات پر انعامات بھی دیتی ہے۔ اُردو کتابوں کی اشاعت اور طباعت کے کام کا سہرا اکادمی کے سر ہی جاتا ہے۔ ریاست میں سنہ ۱۹۵۳ء کے فوراً بعد ابھرنے والے اُردو ادیبا، اور شعرا میں شمیم احمد شمیم حامدی کاشمیری اکبر لداخی تیج بہادر بھان حکیم منظور سلطان الحق شہیدی ڈاکٹر اکبر حیدری موہن یاور، منوہر لعل دل مہکش کاشمیری وغیرہ فن کاروں نے اُردو کی آبرو بنائے رکھی اور اپنی لگن محنت اور خلوص سے چند ہی برسوں میں یہاں کی اُردو ادب کی تاریخ میں اپنے نئے انداز بیان نئی فکروں نئے موضوعات اور نئے ولولوں کے ساتھ سامنے آگئے اور اس طرح انھوں نے یہاں کے اُردو ادب کو ملک کے دوسرے حصوں کے ہم عصر اُردو ادب کے قریب لا کھڑا کر دیا۔ ریاست کے اُردو لکھنے والوں پر نئے تقاضوں کا براہ راست اثر ہوا اور ان کی تخلیقات بھی ان نئے تقاضوں کا ساتھ دینے لگیں۔ اس دوران لکھنے والوں کے ساتھ کچھ نئے نام سامنے آنے لگے جن میں دیپک کول، کشوری منچندہ، ہردے کول بھارتی مالک رام آنند، برجمن سنگھ ساگر، بشیر شاہ، فرحت گیلانی اور نور شاہ قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے کچھ نے اُردو کی جدید شاعری کا دامن تھام لیا اور کچھ نے اُردو افسانے کو ہندی کی جدید کہانی سے قریب تر کر دیا۔

سنہ ۱۹۲۴ء میں ریاست کا پہلا اُردو اخبار رنبیر نکلا اس کے علاوہ آئینہ خدمت سلامتی صبح آفتاب، چنار سرینگر ٹائمز، ہمالہ وغیرہ نے اُردو کی وہ خدمت کی جس سے زبان اُردو کو چار

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

جاند نگ گئے۔ نہ صرف اخبارات نے ہی بلکہ اُردو میگزین نگینہ، شیرازہ، العلم وغیرہ رسائل نے بھی ترویج و ترقی کے لئے راہیں کھول دیں۔ ان کی مدد سے نئے اور پرانے چہروں نے اپنے قلم سے ادبی دنیا میں ایک بلند معیار قائم کر دکھایا۔

جموں و کشمیر یونیورسٹیوں کے اُردو کے شعبے وجود میں آئے اور ان شعبوں نے بھی زبان اُردو کی ترویج و ترقی کے لئے کام سرانجام دیئے۔ جموں یونیورسٹی میں اب تک تقریباً ۱۰ ریسرچ اسکالروں نے مختلف موضوعات پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں اس کے علاوہ شعبہ اُردو نے مضامین کا ایک مجموعہ شائع کیا ہے جس میں اس شعبہ کے اساتذہ کے مضامین شامل ہیں اس کے علاوہ شعبہ کے اساتذہ نے بہت سے پروجیکٹ بھی ہاتھ میں لیے ہیں اور کچھ کو شائع کرکے منظر عام پر بھی لایا ہے اسی طرح کشمیر یونیورسٹی کے شعبہ اُردو نے تقریباً 18 ریسرچ اسکالروں کو پی ایچ ڈی کی ڈگریاں عطا کی ہیں اس کے علاوہ پروجیکٹوں پر کام ہو رہا ہے۔

اگر ریاست کے عوام زبان اُردو میں دلچسپی نہ رکھتے تو سرکاری، نیم سرکاری اور غیر سرکاری انجمنیوں نے جو کچھ زبان اُردو کے فروغ کے لئے کیا وہ کامیاب نہ ہوتا۔

ریاست جموں و کشمیر میں اُردو زبان کی اہمیت کی چند اہم وجوہات

- اُردو ریاست کی تینوں جغرافیائی اکائیوں (کشمیر، جموں، لداخ) کو متحدہ رکھتی ہے۔ ان میں سرکاری، تجارتی اور سماجی سطح پر رابطہ رکھتی ہے دوسرے لفظوں میں یہ زبان ریاست کے اتحاد کو برقرار رکھتی ہے۔

ریاست کے علاقائی زبانیں (کشمیری، ڈوگری، لداخی، پہاڑی اور گوجری) مقبول ہونے کے باوجود اس قابل نہیں ہیں کہ ریاست کو متحد رکھ سکیں۔

ریاست میں فارسی کی ایک شاندار روایت رہی ہے اور جب فارسی پورے مُلک سے اُردو کے حق میں بھی اُردو ہی اس کی جانشین بنی۔

... جموں و کشمیر میں مسلمان اکثریت میں ہیں اور ان کے مذہب کا کم و بیش پورا سرمایہ اُردو زبان میں ہے اس کو ترک کر کے وہ اپنی دینی دولت سے محروم ہونا نہیں چاہتے

... جموں کشمیر کے عوام کی اُردو پسندی کا ثبوت یہاں کے کامیاب مشاعروں، کانفرنسوں، سیمیناروں اور یونیورسٹیوں میں ہر مذہب اور ملت کے طلبہ کی اس سے دلچسپی ہے۔

... جموں و کشمیر کی ملازمتوں میں اُردو جاننے کی شرط بھی ہے اگرچہ ایک خاصے حصے میں ہندی بھی جاتی ہے مگر پورے مُلک سے زیادہ ... کی زبان اُردو ہی ہے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation, Chandigarh. Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

...... ریاست سے جتنی کثیر تعداد میں اُردو زبان کے اخبارات نکلتے ہیں اتنے کسی دوسری ریاست میں نہیں نکلتے۔

...... ریاست کا قدیم و جدید ادب کو سمجھنے کا کام بھی اُردو کے ذریعہ ہی کیا جا سکتا ہے۔ ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ریاست کے لوگوں کو زبان اُردو کی تدریس سے کافی دلچسپی ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

طریقہ تعلیم

طریقہ تہجی:- یہ طریقہ قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے اس کے مطابق سب سے پہلے حروف کا بولنا سکھایا جاتا ہے۔ پھر حروف، اعراب (زبر، زیر، پیش) کا اثر سمجھا جاتا ہے اس کے بعد حروف کی ترکیب سے چھوٹے چھوٹے الفاظ بنائے جاتے ہیں اور آخر میں الفاظ کی ترکیب سے جملے بنانا سکھایا جاتا ہے یہ ایک سیدھا مگر غیر قدرتی طریقہ ہے اور فرسودہ طریقہ ہے اس سے حروف کی آوازیں یعنی تلفظ درست نہیں ہوتا۔ اس طریقہ میں پہلے حروف کے نام سکھائے جاتے ہیں اور ان کی شکلوں کی شناخت کرائی جاتی ہے۔ اس طریقہ کی کچھ اہم باتیں حسب ذیل ہیں۔

1۔ حروف پر اعراب لگا کر ان کی آواز سکھائی جاتی ہے۔
2۔ حروف کی ترکیب اور اعراب سے ہجے سکھائے جاتے ہیں۔
3۔ ہجے کے ذریعے پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔

آسانیاں:-

طریقہ تہجی میں آسانیاں حسب ذیل ہیں۔

(ا)۔ حروف کی شکلیں بار بار دیکھنے سے ذہن میں جم جاتی ہیں۔
ب۔ حروف کی ترکیب اور اعراب سے ہجے سکھائے جاتے ہیں۔
(ج) ہجے کے ذریعے پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔
(د) طریقہ تہجی سے لکھنا۔ پڑھنا اور ہجے کرنا ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔
(ر) حروف کی مختصر شکلیں جو ترکیبی حالت میں ہوتی ہیں جلد معلوم ہو جاتی ہیں۔
(س) مدرس کو محنت کم کرنی پڑتی ہے۔ (ل) صحیح املا نویسی کی عادت پیدا ہوتی ہے۔
(ن) توضیحاتی سامان کی ضرورت نہیں پڑتی۔

نقائص:-

اس طریقہ کے مندرجہ ذیل نقائص ہیں۔

1۔ طلبہ کی سابقہ واقفیت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جاتا جب کہ تعلیم کا اصول ہے کہ "معلوم سے نامعلوم کی طرف چلنا ہے۔
2۔ طریقہ تہجی طلباء کے فطری رجحانات اور طبعی خواص کے موافق نہیں۔ اس لئے طلبہ سبق میں دلچسپی نہیں لیتے اور اسے ایک محنت کا کام سمجھ کر مدرس کے ڈر سے کرتے ہیں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

3۔ حرف تہجی، اعراب اور ہجے سکھانے تک طلبہ کو صبر و تحمل پر مجبور کیا جاتا ہے۔
4۔ ہجے سکھانے میں حروف کی ترکیبیں اکثر مہمل ہوتی ہیں۔
5۔ طریقہ ہجی کے طریقہ سے پڑھنے میں طلبہ بہت جلد تھک جاتے ہیں اور پڑھنا ان کیلئے بہت مشکل ہو جاتا ہے۔
6۔ اس طریقہ سے طلبہ حرف زبان رٹ لگاتے ہیں اور دلچسپی کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا۔
7۔ پڑھنے میں روانی دیر سے پیدا ہوتی ہے۔

طریق الصوت یا آوازی طریقہ:-

طریق الصوت پراکرت، ہندی مرہٹی گجراتی زبانوں کے رسم الخط کے طریقہ پر مبنی ہے۔ اس میں پہلے آوازوں کے مقررہ نشانات دکھلائے اور پڑھائے جاتے ہیں۔ مثلاً ک ع ز ا۔ (ق د م = قدم ڈاک ا = ڈاکا، پ و ج ا = پوجا) ۔ لفظ کے بعد جملے پڑھنا سکھاتے ہیں۔

خوبیاں:-

طریق الصوت یا آوازی طریقہ کی خوبیاں حسب ذیل ہیں۔
1۔ یہ طریقہ فطرت کے مطابق ہے۔ اس لئے کہ بچہ شیر خواری کے زمانے میں پہلے مفرد آواز نکالتا ہے۔
2۔ کسی لفظ کی مخلوط آواز کے اجزا علاحدہ ہونے سے تلفظ میں آسانی ہوتی ہے۔
3۔ حروف کے نام حروف کی آوازہا کو قرار دیا گیا ہے۔
4۔ ابتداہی میں حروف کے فوائد معلوم ہو جاتے ہیں۔
5۔ طریقہ ہجی کے مقابلے دماغ پر کم زور پڑتا ہے۔
6۔ توضیحاتی سامان کی ضرورت نہیں پڑتی۔

نقائص:-

طریق الصوت کے نقائص حسب ذیل ہیں۔
1۔ کسی لفظ کا تلفظ بالکل ٹھیک نہیں ہوتا۔ مثلاً مبتدا میں اک ب ر اصولاً پڑھا جا سکتا ہے۔ اور طریق الصوت کے ذریعے سے سکھا ہوا طالب علم اس طرح پڑھتا بھی ہے۔ بعد میں جب وہ یہ سمجھتا ہے کہ بول چال میں اس طرح نہیں ہے۔
2۔ بعض الفاظ کے صحیح تلفظ کرنے میں غلطی ہوتی ہے مثلاً خواہش درخواست میں واد کی آواز ظاہر ہو جاتی ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

۳- بعض حروف دوسرے حروف کی آواز دیتے ہیں۔ جیسے عیسیٰ موسیٰ میں یٰ کی آواز کچھ اور ہی ہے۔

طریقہ دیکھو اور بولو!-

اس طریقہ میں پہلے ایک کہانی، چند جملوں کی لی جاتی ہے پھر ایک ایک جملہ لیا جاتا ہے۔ پھر لفظ لیا جاتا ہے۔ لفظ سے حروف لئے جاتے ہیں اور آخر میں حرفوں کے جوڑنے سے لفظ بنانا سکھایا جاتا ہے۔ مثلاً رام نے شام کو کیا مشورہ دیا۔ رام۔ ر+ا+م، شام = ش+ا+م۔ مدرس کچھ حروف بورڈ پر لکھ دے وہ الفاظ ذرا موٹے موٹے ہونے چاہئیں۔ مدرس پہلے خود کہہ کر پھر بار بار بچوں سے وہ الفاظ کہلوائے۔ اس سے یہ الفاظ بچوں کے ذہن میں اس طرح بیٹھ جاتے ہیں کہ جو کبھی بھول نہیں سکتے۔ جتنے الفاظ مدرس لکھ کر طلبہ کو بتائے گا۔ اتنے ہی الفاظ بچے سیکھیں گے لیکن مدرس کو چاہیے کہ وہ ایک ہی بار بہت سے الفاظ سکھانے کی کوشش نہ کرے کیوں کہ اس طرح سے طلبہ کو وہ سب الفاظ پوری طرح ذہین نشین نہ ہو سکیں گے۔

خوبیاں:-

طریقہ دیکھو اور بولو کی خوبیاں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اس طریقہ میں کل سے جز کی طرف بڑھنے کا اصول کارفرما ہے۔

2۔ یہ قدرتی طریقہ ہے۔

3۔ فقروں، اشیاء اور تصاویر کے استعمال کی بنا پر یہ طریقہ طلبہ کو بیزار نہیں ہونے دیتا۔

4۔ طریقہ دیکھو بولو میں روانی جلد پیدا ہوتی ہے۔

5۔ اس طریقہ میں نہ ہجوں کی دقت ہوتی ہے اور نہ حروف کے ناموں کی۔

6۔ طلبہ میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔

7۔ الفاظ کا ذخیرہ بڑھتا ہے۔ کیوں کہ بہت سے الفاظ کی شکلیں سیکھنا پڑتی ہیں

8۔ طلبہ لفظ دیکھتے ہی شناخت کر کے پڑھ دیتے ہیں۔

خامیاں:-

طریقہ دیکھو اور بولو میں مندرجہ ذیل خامیاں ہیں۔

۱۔ موزوں اور مفید الفاظ تلاش کرنے میں مدرس کو کافی محنت کرنی پڑتی ہے۔

2۔ تصاویر، حروف کے کارڈ اور چارٹ وغیرہ مدرس کو اکٹھا کرنے پڑتے ہیں

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation, Chandigarh. Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

یعنی کہ توضیحاتی سامان کی کافی ضرورت پڑتی ہے۔

3۔ الفاظ کی تحلیل کر کے حروف کو الگ کرنا اور طلبہ سے ان کی پہچان کرانا مدرس اور طلبہ دونوں کے لئے کافی حد تک ذہنی کوفت کا باعث ہوتا ہے۔

4۔ پڑھے ہوالفاظ کی مدد سے نئے الفاظ پہچانے نہیں جاتے۔

5۔ ہیجے کرنا بہت دلوں میں آتا ہے۔

6۔ اسماء کو تو سکھانا آسان ہے لیکن حروف اور افعال کی پہچان کروانے میں دقت پیش آتی ہے اور پھر مدرس کو طریق الصوت کا سہارا لینا ہی پڑتا ہے۔

7۔ حروف کی متبدل شکلیں شناخت کرنے کا ملکہ بہت دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔

8۔ بکثرت الفاظ کی شکلیں محفوظ رکھنے میں دماغ پر بہت زور پڑتا ہے۔

مدرس کا اولین فرض ہے کہ وہ لفظی تحلیل کے ساتھ حروف کی آواز اور ان کے نام بتلائے۔ اس طریقہ میں بچے کی زحمت سے بچ جاتے ہیں۔

ابجدی طریقہ:- اس طریقہ میں حروف تہجی حسب الوک زبان اکرا دیئے جاتے ہیں اور ان کی صورتوں کی شناخت کرا دی جاتی ہے پھر منفرد الفاظ کو جوڑ کر بتلایا جاتا ہے بعض مشرقی ماہرین تعلیم اس کو مفید اور مکمل طریقہ خیال کرتے ہیں۔ اس طریقہ میں ابتدا میں دو حرفی۔ پھر سہ حرفی اور چار حرفی مرکب الفاظ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ جس سے مشکلات میں بتدریج اضافہ ہوتا ہے کثرت مشق طلبہ میں عبارت شناسی تو پیدا کرتی ہے۔ مگر طلبہ کا سبق رٹنے کا مسلسل عمل ان کی بیزاری کا باعث ہو جاتا ہے اور یہ بے زاری بڑھتی ہی رہتی ہے

حروف کے نام سے طلبہ واقف ہونے کے بعد اگر حروف کی آواز پوری طرح ذہن نشین نہیں ہوتی تو الفاظ بتانا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ مثلاً آ+خ+ر۔ آخر کہنے کے بجائے آخر بھی کہہ سکتے ہیں جب کہ آخر کے معنی دوسرا اور آخر کے معنی انجام کار ہوتا ہے۔ اگر طلبہ حروف کے ہجے کے عادی ہو جائیں اور کتابوں میں اعراب (ا ـِ ـُ) نہ دیئے جائیں۔ تو تلفظ پوری طرح اس کے ذہن نشین نہیں ہوگا اس لئے یہ طریقہ تعلیم زیادہ کارآمد ثابت نہیں ہو سکتا۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

جامعہ کا طریقہ :-

اس طریقہ میں شروع میں گیت یاد کرا کے اس کے لفظوں کے ذریعے حرفوں کی پہچان کرانا، ان حرفوں سے لفظ بنوانا اور ایسے جملے پڑھوانا جن کا تعلق کسی کام یا کرافٹ سے ہو اور حروف علت (ا۔و۔ی) کو خاص ڈھنگ سے سکھانے کا نام ہی "جامعہ کا طریقہ" ہے۔

اس طریقہ تعلیم کی ضرورت اس پیش آتی ہے کیوں کہ اردو کے صوتی زبان کی خصوصیات سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ صوتی زبان سے مراد ہے کہ جو آواز حرفوں کی ہے وہی لفظوں میں باقی رہنی چاہیئے۔ مثلاً ک ر: کر، س ب: سب وغیرہ اس سے طلبہ کو حرفوں سے لفظ بنانے اور لفظوں کے حروف سمجھنے میں سہولیت ہوتی ہے۔ اس طریقہ سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ طلبہ کو چند حرف سکھائے جاتے ہیں۔ اور ان حرف سے لفظ بنائے جاتے ہیں مثلاً ل، ن، ب، ٹ وغیرہ حروف سکھانے سے کئی بامعنی لفظ بنتے ہیں۔

جامعہ کا طریقہ اگرچہ کام کی ابتدا گیت سے کی گئی ہے لیکن گیت کے مصرعے اور لفظوں کی شناخت کرانے کے بجائے اس گیت کے لفظوں سے حرف اخذ کرا کے صوتی طریقے سے رفتہ رفتہ لفظ اور جملے بنائے جاتے ہیں۔ گیت کے لفظوں کے ذریعے حرف اور حروف علت (ا+ای۔او) اعراب (زبر، زیر، پیش) سکھائے جاتے ہیں۔ گیت کو پڑھانے کی ضرورت نہیں ہوتی بل کہ زبانی یاد کرا دینا ہی کافی ہوتا ہے۔ مثلاً خوب بڑا ہو جاؤں گا سکھ اسی کو پہنچاؤں گا۔

گیت کی مدد سے تمام اعراب اور حروف علت سکھائے جاتے ہیں مثلاً۔

(ایا مصرعہ) خ + و + ب = خوب { خ خرگوش۔ خم۔ خوراک۔ خوش۔

ک + و = کو { ب = بُ۔ بُطن۔ بد۔ بخار۔

ک۔ کرتب۔ کرت۔ کب۔ کام

مدرس ایک بار خود گیت گائے، دوسری بار ایک ایک مصرعہ مدرس کے ساتھ طلبہ دہرائیں۔ تیسری بار یہ گیت ایک چارٹ پر لکھا ہوا دکھایا جائے۔ اس سے مدرس طلبہ سے بار بار گیت دہرائے اور آخر میں ان کو اس گیت سے حروف بنانا اور پھر جوڑ سکھائے۔

جملاتی طریقہ :-

یہ طریقہ [illegible] کی ایک دوسری شکل ہے فرق صرف یہ ہے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation, Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کہ دیکھو بولو طریقے میں الفاظ پڑھائے جاتے ہیں لیکن جملاتی طریقہ میں پورا جملہ پڑھایا جاتا ہے پہلے چھوٹے چھوٹے جملے لئے جاتے ہیں۔ اور اس طریقہ میں آسان سے مشکل کی طرف بڑھا جاتا ہے۔ مدرس کو کافی محنت کرنا پڑتی ہے۔ جملے طلبہ کے معیار نفسیاتی دل چسپیوں کو نظر میں رکھ کر تیار کرنے پڑتے ہیں۔

اس طریقہ تعلیم کی تائید میں یہ دلیل دی جاتی ہے کہ گفتگو کی اکائی ایک جملہ ہے لفظ یا حرف نہیں اور چھ سال کے بچے کو جملے ہی سے دل چسپی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا حرف یا الفاظ سے نہیں بلکہ جملوں سے زبان کی تعلیم شروع ہونی چاہئے۔ تین چار لفظوں سے بنا یا ایسی جملے پڑھنا بچوں کے لئے دل چسپی کا باعث ہوتا ہے۔ جملے ایسے ہونے چاہئیں جو ماحول (سماجی و طبقہ) کہانیوں اور تصویروں سے تعلق رکھتے ہوں۔ کیونکہ بچے انہیں چیزوں میں دل چسپی لیتے ہیں۔ جوان کے دائرہ واقفیت میں ہوتی ہیں اس طریقہ کے تحت مدرس تصویر۔ فقروں، اشیا، یا ماحول کیفیت کی طرف توجہ دلا کران سے گفتگو کرتا ہے اور اپنے مطلب کے جملے اخذ کر کے تختہ سیاہ پر لکھتا ہے چارٹس کے ذریعے بھی ایسے جملے اخذ کئے جاتے ہیں۔ محض سلسلہ گفتگو سے ربط دیگر ان سے متعارف بنایا جاتا ہے۔ جملاتی طریقہ سے نہ حرف الفاظ کا تلفظ درست بنتا ہے بلکہ پورے جملے کی ادائیگی میں بھی لب و لہجہ کے تعلیم میں حسب ذیل خوبیاں اور خامیاں توجہ طلب ہیں۔

خوبیاں:- ٥۔ یہ قدرتی طریقہ تعلیم ہے۔

٥۔ اس طریقہ تعلیم سے بچوں کا تلفظ شروع سے درست ہو۔ جاتا ہے نیز جملے کی مجموعی ر اور اس کی ادائیگی کے تعلق سے اس کا شعور تختہ بنتا ہے۔

٥۔ جملے فہم معنی کے ساتھ پڑھنے سے بچوں کی دل چسپی بنی رہتی ہے۔

٥۔ بچے بہت سے جملوں یکساں صورت کے الفاظ کو منطق بنیاد پر پہنچاننے لگتے ہیں۔ اور اس اصول پر زبان دانی کی راہ پر آگے بڑھتے ہیں۔

٥۔ بچوں میں ذخیرہ الفاظ بڑھتا ہے وہ یعنی اور لازم الفاظ سے اچھی طرح واقف ہو جاتے ہیں۔

٥۔ بچوں میں اظہار خیال کے تعلق سے روانی اور سلاست پیدا ہو جاتی ہے۔

نقائص:-

٥۔ اس طریقہ تعلیم سے توضیحاتی سامان کی ضرورت غالب ہو جاتی ہے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

۵۔ مدرس کا بیشتر وقت ایسے سامان کی فراہمی اور اسے ترتیب دینے میں صرف ہوتا ہے۔

۵۔ بچے بہت دیر کے بعد حروف کو پہچاننے لگتے ہیں۔ اور حروف ہی علم زبان۔ contd - Science of Tongue کی بنیاد ہوتے ہیں۔ اس طریقہ سے نئے الفاظ خود نہیں پڑھ سکتے جب تک کہ انہیں سمجھایا نہ جائے بچے انہیں پہچان نہیں سکتے۔

قصہ گوئی کا طریقہ:۔

اس طریقہ میں طلبہ کا مرکز نظر صرف جملہ نہیں ہوتا بلکہ متعدد جملے ہوتے ہیں جن کا ارتباط قصّہ کو جنم دیتا ہے۔ جس سے طلبا خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ طلبہ کی نفسیاتی حالات سے فائدہ اٹھا کر قصے کہانیاں کے شوق کو اُبھارتے ہوئے تعلیم دینے کا یہ طریقہ فطری سمجھا جاتا ہے۔ مدرس کو چاہیے کہ وہ صرف قصہ خوانی زبان نہ کرائے بل کہ تختہ سیاہ پر تصویری کارڈوں پر قصہ لکھا ہونا چاہیئے۔

مدرس پڑھتا رہے اور ایک ایک لفظ شناخت کرواتے رہیں کئی بار مدرس کے پڑھنے اور طلبہ سے پڑھوانے کے بعد ہر لفظ بچے کے ذہین نشین ہو جاتا ہے جملوں کو تحلیل کر کے الفاظ اور حروف کی وضاحت کی جاتی ہے۔

امریکہ کی مس ایمٹی ڈنیس نے اس طریقہ کو سب سے بہتر قرار دیا ہے مگر میرے خیال میں یہ طریقہ بذات خود مکمل طریقہ تعلیم نہیں ہے۔ جب تک کہ دوسرے طریقوں کے اجزا شامل کئے جائیں ایک قابل مدرس طلبہ کے ماحول، ان کی افتاد طبع، ذہنی حالت اور رجحان کا خیال رکھتے ہوئے اپنے لئے مناسب راہ نکال لیتے ہیں اور دوسرے مضامین سے رابطہ قائم رکھتے ہیں اس میں اس قدر برجستگی ہونی چاہیئے کہ طلبہ کا ذہن کسی قاطع تبدیلی کو محسوس نہ کریں۔

<u>پرائمری جماعتوں میں</u>:۔ پرائمری کے نصاب میں جو نظمیں شامل کی جائیں ان میں ان مقاصد کو نظر میں رکھنا ضروری ہے۔

(الف) نظمیں ٹھوس اشیا جو طلبہ اکثر دیکھتے اور استعمال کرتے ہوں اور ٹھوس حقائق سے متعلق ہوں۔

(ب) مواد سماجی و طبعی ماحول سے متعلق ہو۔

(ج) نظمیں رنگ و آواز کے لحاظ سے دلکش ہوں۔ (د) زبان سہل ہو۔

(ر) جذباتی تسکین دینے والی ہوں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

(ک) مسرت سے بصیرت کی طرف لے جانے والی ہوں۔

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

مڈل جماعتوں میں !-

(ا) طلبہ کے لنصاب میں ایسی نظمیں شامل کی جائیں جو سچائی ہمدردی اخلاق وغیرہ کو اُبھارتی ہوں۔

(ب) جذبات کو سہارا دینے والی نظمیں حُب الوطنی۔ محنت۔ دوستی وغیرہ۔

(ج) تاریخی واقعات پر مبنی ہوں۔

(د) تخیل کی اُڑان کا درجہ بلند ہو۔

(ر) حُسن بیان کا لطف ہو۔

(ک) جن سے طلبہ کی آمدت زبان پر قدرت بڑھے۔

ہائی جماعتوں میں !-

(ا) غزل سے لگاؤ پیدا ہوا۔

(ب) اصناف اُردو یعنی مثنوی۔ مرثیہ۔ رباعی وغیرہ لنصاب شامل ہوں۔

(د) نظمیں اعلا انسانی قدروں کے ذکر سے محو ہوں۔

(ر) زندگی پر تنقیدی رائے پیش کرتی ہوں۔

(ک) شعور زندگی کا درس دینے والی ہوں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

مطالعہ اور اُس کے اقسام

[READING AND ITS KINDS]

مطالعہ کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں

طالعہ بالجہر	(بلند خوانی)	(LOUD READING)
طالعہ بلا جہر	(خاموش خوانی)	(SILENT READING)
یق مطالعہ	(تفصیلی مطالعہ)	(INTENSIVE READING)
سطحی مطالعہ	(سرسری مطالعہ)	(EXTENSIVE READING)
زرو مطالعہ		(RAPID READING)
ہستہ رو مطالعہ		(SLOW READING)

طالعہ: سے مراد لکھی ہوئی تحریر سمجھنا اور آواز کے ساتھ ادا کرنا ہے مطالعے کے لئے الفاظ کی شناخت اور ان کے لغوی معنوں کو سمجھنا لازم ہے لفظ اور آلہ نطق کے رمیان ایک صحت مند رشتہ قائم کرنے کے لئے پڑھنے کا عمل ایک ضروری مطالعہ ہے س کو پورا کئے بغیر کسی زبان پر قدرت حاصل کرنا ممکن نہیں ہے ایک اچھے مطالعہ میں فاظ کا درست تلفظ کیا جاتا ہے۔ مطالعہ کے عمل میں تین چیزوں سے واسطہ پڑتا ہے

ا) رموز اوقاف (ب) صوت (د) مفہوم۔

ایک ایسا عمل ہے جس میں لکھے ہوئے الفاظ کے ذریعے کسی خیال تک پہنچنے کی کوشش جاتی ہے اور خیال کی بناوٹ میں فکر و جذبات دونوں کو دخل نصیب ہے۔

طالعہ بالجہر (بلند خوانی) - جب کوئی قلمی یا مطبوعہ عبارت بلند آواز سے پڑھی جاتی ہے تو اسے بلند خوانی یا مطالعہ بالجہر کہتے ہیں ابتدائی ناعتوں میں بلند آواز سے پڑھنا سکھانا ضروری ہے پڑھنے کے عمل میں حرف نہوم کو سمجھنا ہی کافی نہیں بلکہ لفظ و جملے کا درست ڈھنگ سے ادا کرنا بھی ضروری ہے مار (زیر) وزبر (پیش) کے فرق سے معنی بدل جاتے ہیں اور غلط تلفظ سننے میں آسکتا ہے مدرس زباندانی کا اولین فرض ہے کہ نمونہ خوانی کرتے وقت خوش خوانی کے تمام اصولوں مد نظر رکھے وہ اصول یوں ہیں (ا) اعراب کا صحیح استعمال (ب) روانی (ج) صحیح مخارج حروف صحیح تلفظ (ر) فقرہ بندی (س) معنی آفرینی اور (ک) تفصیل۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

خصوصیات:۔ مطالعہ بالجہر کی خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

1۔ اس کے اظہاری الفاظ موزوں ہوتے ہیں اگر ایسا نہ ہو تو عبارت کی قدر و قیمت گر جاتی

2۔ اظہاری الفاظ کا تلفظ صحیح نہ ہو تو ہم آواز الفاظ کا تلفظ اور معنی بھی غلط ہو جاتا ہے

جیسے آخر (آخَر) کے معنی دوسرا - آخر (آخِر) معنی انجام کار - زہرا (زَہرہ) کے معنی ایک

ستارا - زہرا (زہَرہ) کے معنی پتا۔

3۔ خیالات کا اظہار ترتیب اور تسلسل کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

4۔ اس میں اس قسم کے الفاظ مناسب طور پر ادا کیے جاتے ہیں۔ جن سے الفاظ کے تلفظ

میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

5۔ اس میں رموز اوقاف کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔

6۔ اعراب، تشدید کا خاص خیال پڑھتے وقت رکھا جاتا ہے۔

7۔ صحیح تلفظ اور روانی سے عبارت خوانی ہو سکتی ہے۔

8۔ طلبہ بلا جھجک بلا ڈر و خوف عبارت خوانی کر سکتا ہے۔

نقائص:۔ ہر ایک چیز کے کچھ فائدے اور نقصان ہوتے ہیں۔ اسی طرح مطالعہ بالجہر

کے بھی چند نقائص حسب ذیل ہیں۔

1۔ بلند خوانی (مطالعہ بالجہر) کے ساتھ پڑھنے کے عمل میں ذہنی و جسمانی دونوں طرح کی تھکن

پیدا ہوتی ہے بولنے سے قوت زیادہ خرچ ہوتی۔ خاص طور پر چھوٹے بچے جلدی تھک جاتے

ہیں بلند خوانی سے پڑھتے پڑھتے رفتار میں دھیما پن آنا شروع ہوتا جاتا ہے۔

2۔ اگر سب طلبہ مل کر بلند خوانی کریں تو جماعت میں شور پیدا ہو جاتا ہے۔ جس سے دوسری

جماعتوں کے کاموں میں خلل پڑتا ہے۔

3۔ زیادہ بلند خوانی میں طلبہ میں مستعدی قائم نہیں رہتی۔

SILENT READING / خاموش خوانی / مطالعہ بلا جہر

قلمی یا مطبوعہ عبارت کو بغیر آواز کے خاموشی سے پڑھنا مطالعہ بلا جہر یا خاموش مطالعہ یا بلا

آواز کے پڑھنا یا خاموش خوانی کہلاتا ہے۔ مطالعہ بلا جہر میں بلند خوانی کے مقابلہ میں وقت

اور قوت دونوں استعمال سے بچت کا سامان پیدا ہوتا ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

فوائد:۔ مطالعہ بالجہر کے فوائد حسب ذیل ہیں۔

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

- پڑھنے والا زبان اور ہونٹ ہلائے بغیر اپنی نظروں سے کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کام لیتا ہے۔
2. مطالعہ رفتار میں تیزی پیدا ہوتی ہے۔
3. اس میں صرف نظر سے کام لیا جاتا ہے جس سے باقی قوتیں اثر انداز نہیں ہوتیں۔
4. طلبہ میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔
5. اس سے طلبہ میں توجہ اور دلچسپی پیدا ہوتی ہے
6. مطالعہ بلا جہر میں لگاتار کئی گھنٹوں تک بادیانہ پڑھنے سے تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی ہے
7. اس سے ذخیرہ الفاظ میں تبدریج اضافہ ہوتا ہے۔
8. مطالعہ بلا جہر عبارت کا مفہوم سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔
9. اس سے عملی لذت اور مسرت حاصل ہوتی ہے۔
10. مطالعہ بلا جہر سے ذہنی اور سکون قلبی راحت حاصل ہوتی ہے۔
11. طبقہ فوقانیہ اور طبقہ عالیہ کے طلبہ کے لئے خاموش خوانی زیادہ مفید اور ضروری ہے
12. پڑھنے کی رفتار بڑھ جاتی ہے۔
13. دوسروں کے کام میں خلل نہیں پڑتا۔ 14. قانونی مطالعہ کے عمل میں انفرادی طور پر بڑھ جاتا
15. طلبہ کو احساس کمتری کا شکار نہیں ہونا پڑتا۔

<u>نقائص</u>:- 1. تلفظ کی غلطی بنی رہتی ہے جس سے مفہوم سمجھ لینے کی باوجود طلبہ کی شخصیت پر ناموافق اثر پڑتا ہے۔
2. محسوسات کے درست اور مطالعہ کے کامیاب ہونے کی تصدیق پورے طور پر نہیں ہوتی۔
3. فکر و اظہار میں مناسب رابطہ قائم نہیں ہو سکتا۔
4. مطالعہ بلا جہر تقریری اظہار کی مشق میں ایک رکاوٹ ہے
5. مطالعہ بلا جہر میں جوہر چھپا رہتا ہے۔

عمیق مطالعہ (تفصیلی مطالعہ) (Intensive Reading)

مطالعہ اور ... میں تفصیلی معنی دونوں کے حسن کو دیکھنے، پرکھنے، سمجھنے اور اس سے مناسب ... اثر ... کی ضرورت ہوتی ہے۔ تفصیلی مطالعہ کے بغیر لفظ معنی اور تاثر کے درمیان الزام ... نہیں ہو سکتا

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

1۔ اس قسم کے مطالعہ میں پڑھنے والا عبارت کو ٹھہر ٹھہر کر اور سوچ سمجھ کر پڑھتا ہے۔

2۔ الفاظ کا صحیح تلفظ ادا کرتا ہے کیوں کہ اس مطالعہ میں بلند خوانی اور خاموش خوانی دونوں شامل ہیں۔

3۔ رموز اوقاف اور تفصیل، تاکید اور تغیر لحن کے اصولوں کو اپنانا پڑتا ہے۔

4۔ ایسے مطالعہ کے لئے مصنف کے ساتھ ایک ذہنی رشتہ قائم کرنا پڑتا ہے۔ تبھی قاری مصنف کے احساس کی گہرائی تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

5۔ قاری مواد مضمون نفس مضمون موضوع اور مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔

6۔ وہ موازنہ کرنے کے اہل ہو جاتا ہے۔

7۔ تفصیلی مطالعہ سے قدرت پیدا ہو سکتی ہے وہ کس کی نثر نگاری اور کس کی نظم نگاری اور بدتر ہے کو محسوس کرنے کی کوشش رکھتا ہے۔

8۔ اس سے وہ اپنی رائے قائم کر سکتا ہے۔

عمیق مطالعہ طلبہ کے لئے نہایت مفید ہے طلبہ اس سے زیادہ استفادہ کر سکتے ہیں اس مطالعہ کی مدد سے وہ ہر سوال کا جواب تسلی بخش طریقے سے دے سکتے ہیں۔ مطالعہ میں مدرس کو طلبہ کی مناسب رہنمائی کرنی چاہئے تاکہ وہ اس مقابلہ کے میں زیادہ سے زیادہ علم حاصل کر سکیں مطالعہ ادب کے علاوہ بعض عملی باتیں ایسی ہیں جن پر تفصیلی نظر ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے ایسی صورتوں میں خیال اظہار اور سبھی چیزوں کا معیار اور ان کے درمیان ایک رشتہ تلاش کرنا پڑتا ہے اس لئے ایک مدرس کی رہنمائی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اگر مدرس خود ان اصولوں کے واقف ہوگا تو وہ طلبہ کے اچھا رہبر اور مددگار ثابت ہوگا۔ ورنہ طلبہ علم اور الفاظ کے گورکھ دھندے میں پھنسا رہے گا۔

سطحی مطالعہ (سرسری مطالعہ) (Extensive Reading)

الفاظ و ترکیب کے ذاتی حسن اور ان کے برمحل استعمال کے سوال سے ہٹ کر اس بات پر ہی زور کہ طلبہ محض مصنف کا مفہوم اور اس کے خیالات اور نقطہ نظر کو ہی جانئے اور سمجھنے کے قابل بن سکیں تو مطالعہ سرسری یا سطحی مطالعہ کے تحت شمار کیا جاتا ہے۔

فوائد: اس قسم کے مطالعہ سے طبقہ فوقانیہ اور طبقہ عالیہ کے طلبہ ہی لطف اندوز ہو سکتے ہیں

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh Funding by IKS-MoE-2025-Grant

2۔ طلبہ خاص خاص باتیں جان لیتا ہے اور اس کی تفریح طبع ہو جاتی ہے۔

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

3۔ اُس کا وقت بھی کٹ جاتا ہے اور وہ مصروف بھی رہتا ہے۔
4۔ قصے، کہانیاں۔ سوانح عمری ایجادوں کے موجد اور دریافت وغیرہ کے بارے میں محض خلاصہ یاد رکھنا کافی ہوتا ہے۔
5۔ وقت کی بچت ہوتی ہے۔

نقائص:- 1۔ طبقہ تحتانیہ اور طبقہ وسطانیہ کے طلبہ کے لیے یہ مطالعہ کار آمد نہیں ہے
2۔ اس مطالعہ الفاظ کے صحیح تلفظ رموز اوقاف کی پابندی اور تفصیل وغیرہ کے اصول پر عمل نہیں ہوتا۔
3۔ محاسن کم اور معائب زیادہ ہیں۔
4۔ معلومات عارضی ہوتی ہے۔
5۔ دوسروں کو کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

سرسری مطالعہ ایک آرٹ ہے اور یہ آرٹ مناسب ترتیب مطلق کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور مدرس زباندانی ہی ایسا آرٹ سمجھ سکتا ہے اور طلبہ کی مناسب اور بروقت رہنمائی اور مدد کر سکتا ہے۔

تیز رو مطالعہ (Rapid Reading)

بعض علمی موضوعات اور مواد سے متعلق ضروری نکات سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے سرسری طور پر کتاب یا تحریر سے گزرنا تیز رو مطالعہ کہلاتا ہے۔ اس قسم کے مطالعہ میں پڑھنے والے کا مطلب عبارت کو جلد سے جلد اور کم سے کم وقت میں پڑھ کر ختم کرنا ہوتا ہے۔

شروع میں پڑھنے کے عمل میں مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ طلبہ بلا امکان اپنی دلچسپی سے کتابیں پڑھنے لگیں۔ نیز ان سے متعلق شوق سے گفتگو کرنے لگے۔ طلبہ کو دلچسپ اور عام فہم مضامین پڑھنے کے لئے دے دیئے جائیں تاکہ رفتہ رفتہ ان کا بہتر اور احتیاط پسند ہو جائے وہ بھلے اور برے میں تمیز کرنا سیکھ لیں۔

فوائد:- 1۔ ادبی مسرت حاصل کرنا۔
2۔ فرصت کے لمحات مصروفیت میں گزرانا۔
3۔ دماغی علمی زیادہ کام کرتا ہے۔
4۔ نظر تیزی سے حرکت کرتی ہے۔
5۔ صرف اہم معلومات حاصل ہو سکتی ہے۔
6۔ ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوتا ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

نقائص ۱۔ بغیر غور و خوض کے کام ہوتا ہے۔
2۔ ابتدائی جماعتوں کے طلبہ کے لئے نقصان دہ ہے۔
3۔ نظر الفاظ پر جمی نہیں رہتی ہے جس سے بینائی پر برا اثر پڑتا ہے۔
4۔ مخارج حروف صحیح ڈھنگ سے ادا نہیں ہو سکتے۔
5۔ معنوں کی طرف دھیان کم ہوتا ہے۔
6۔ دماغ میں بوجھ کا احساس ہوتا ہے۔

آہستہ رو مطالعہ: (SLOW Reading)

آہستہ رو مطالعہ کے تحت خیال، بیان اور الفاظ کی نشست و برخاست وغیرہ سبھی سرؤں پر نظر ڈالنا ضروری ہوتا ہے۔ کیوں کہ ان صورتوں میں صرف خیال ہی اہم نہیں ہوتا بلکہ خیال کیسے ادا کیا گیا ہے۔ تہذیب و اخلاق، اختصار بیان اور پیش کش سبھی باتیں ایسی ہیں جن کا شخصیت پر اثر پڑتا ہے۔ ان سب باتوں کی لازم قدر کا احساس اور اس سے متعلق جوہر و قدرت آہستہ آہستہ رو مطالعہ سے ہی پیدا ہو سکتی ہے۔

فوائد ۱۔ طالب علم عبارت کو آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا ہے۔
2۔ حروف اور الفاظ مخارج کے مطابق ادا ہوتے ہیں۔
3۔ الفاظ اور جملوں پر غور و خوض ہوتا ہے۔
4۔ الفاظ کا صحیح تلفظ ادا ہوتا ہے۔
5۔ دلی تسلی اور ذہنی سکون ملتا ہے۔
6۔ ابتدائی جماعتوں کے طلبہ کے لئے مفید ہے۔

نقائص ۱۔ رفتار مطالعہ میں کمی واقع ہوتی ہے۔
2۔ رک رک کر پڑھنے کی عادت بن جاتی ہے
3۔ روانی اور سلاست میں گراوٹ آتی ہے۔
4۔ عبارت کا حقیقی مقصد فوت ہو جاتا ہے۔
5۔ مطالعہ میں پیچھے رہ جانا۔
6۔ احساس کمتری کا شکار ہونا۔

مدرس کا فرض اولین ہے کہ وہ طلبہ کو کہاں تیز پڑھنا ہے اور کس جگہ آہستہ پڑھنا ہے کہ یہ دونوں باتیں طلبہ کے ذہن نشین کروائے۔ یہ باتیں طلبہ کی آنے والی زندگی میں مددگار ثابت ہوں گی اس بارے میں مدرس زبانی ہی مختلف مقاصد کو نظر میں رکھ کر طلبہ کو ہدایت دے سکتا ہے اور ساتھ ہی مشق بھی کروا سکتا ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

املا نویسی کی اہمیت

بچوں کی قوت تحریر کی نشو و نما کے لئے املا نویسی ایک موثر طریقہ ہے۔ مدرس طلبہ کو
زبانی عبارت لکھواتا ہے۔ پھر اس عبارت کی غلطیاں نکالتا ہے۔ املا دراصل لفظوں میں
صحیح صحیح حروف کے استعمال کا نام ہے۔ املا لفظوں کی صحیح تصویر کھینچتا ہے۔ اُردو کے رسم
الخط کے مطابق لفظ میں حرفوں کی ترتیب کا تعین ترتیب کے لحاظ سے ان لفظ میں
شامل حروف کی صورت اور حرفوں کے جوڑ کا متعارف طریقہ ان سب کے مجموعے کا نام املا
ہے۔ املا میں اصلاح ہو سکتی ہے۔ املا کی تصحیح کی اس لئے ضرورت پڑتی ہے کہ بعض لوگ
انجانے میں یا کسی اور وجہ سے بعض لفظوں کو غلط طور پر لکھتے ہیں۔ شروع شروع
میں ایسے چند ہی لوگ ہوتے ہیں مگر بعد میں ان ہی دو چار یا دس بیس کا لکھا ہوا
سند بننے لگتا ہے اور بہت سے لوگ غلطیاں کرنے لگتے ہیں اس طرح غلط املا کا
رواج ہو جاتا ہے۔ ہر زبان میں املا کے قاعدے مقرر ہوتے ہیں۔ اُردو املا میں
غلط نگاری نے بہت کچھ راہ پائی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ غلط الفاظ کا جائزہ
لیا جائے اور ضابطوں کا تعین کیا جائے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ املا کو مستقل
موضوع کی حیثیت سے دیکھا جائے اور اسی حیثیت سے اُس کے مفصل ضابطے قائم کیے
جائیں۔ املا کے کئی مسائل ایسے ہیں جن کا تعلق اُردو کی صوتیات سے ہے۔ ایک
ہمہ گیر زبان میں جو ملک کے طول و عرض میں دور دراز خطوں علاقوں اور شہروں میں
بولی جاتی ہو مقامی اثرات کا لہجے اور تلفظ کے اختلافات میں ظاہر ہونا قدرتی
بات ہے۔ املا کا کام معیاری تلفظ کا تعین ہے۔ شروع شروع میں بچے کی آنکھیں
جن صورتوں کو بار بار دیکھتی رہتی ہیں۔ ذہن کے سادہ و صاف ورق پر ان کے
نقش اُسی طرح مثبت ہو جاتے ہیں یہی حال املا کا ہے۔ ابتدائی تعلیم کے
زمانے جب املا کی خاص طور پر مشق کرائی جاتی ہے تو اکثر لفظوں کی تصویر ذہن
کے پردے پر اُتر آتی ہے۔ مدرس جس طرح لکھے گا شاگرد اس لفظ کا وہی املا
سیکھے گا اور اُسی کو صحیح سمجھے گا۔ املا کے بعض مسائل ایسے بھی ہیں جن کی لغات
سے بھی کوئی مدد نہیں ملتی۔ بلکہ بعض امور میں تو لغات میں ایک سے زیادہ املائی
شکلیں ملتی ہیں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

املا لکھانے کا طریقہ:۔ مدرس طلبہ کو املا لکھانے سے پہلے ان باتوں پر غور کرنا چاہیے (1) املا لکھانے سے پہلے عبارت صاف صحیح اور واضح طور پر ٹھہر ٹھہر کر ایک بار سُنادی جائے۔ 2۔ جس جماعت کے لئے الفاظ کی شرح فی منٹ جتنی ہو۔ اس کا لحاظ کرتے ہوئے لکھایا جائے۔

3۔ املا لکھاتے وقت سکھانے والا ایک مناسب جگہ پر کھڑا ہو جائے: جہاں سے طلبہ اسے دیکھ سکیں اور اس کی آواز صاف طور پر سن سکیں۔ لکھانے کی حالت میں اِدھر اُدھر ہٹنا یا جگہ بدلنا مناسب نہیں۔

4۔ املا لکھانے کے بعد کچھ منٹ دوبارہ سننائے اور طلبہ کو اپنے لکھے ہوئے پر نظر ثانی کے لئے دیئے جائیں

5۔ تختانوی جماعت کے طلبہ کو ریت پر یا زمین پر انگلی سے لکھ کر بھی لکھایا جائے۔

6۔ املا کے وقت مدرس کو طلبہ کو خاص طریقے سے بٹھانا چاہیئے۔

اصلاح:۔ مندرجہ ذیل اصلاح پر مدرس کو کافی غور و خوض کرنی چاہیئے۔

1۔ طلبہ سے کہا جائے کہ تختہ سیاہ یا کتاب کی مدد سے اپنی غلطیاں خود نکالیں

2۔ ہر لگائی گئی غلطی کو صحیح کر کے دس دس بار لکھیں۔

3۔ مدرس کو جماعت میں گشت لگا کر کے نگرانی کرنی چاہیے

4۔ طلبہ اپنی کاپیاں یا تختیاں تبدیل کر کے بھی غلطیاں نکالیں اور جو غلطیاں نکلیں ان کو درست کر کے لکھے۔

5۔ مدرس زباندانی کا فرض ہے کہ ہر طالب علم کی کاپی یا سلیٹ یا تختی کی جانچ کرے اور ضروری اصلاح دے۔

6۔ مدرس طلبہ کا لکھائی کا مقابلہ بھی کروائے اس کے لئے گروپوں میں جماعت کو بانٹ کر املا کروائی جائے اور ہر گروپ کو نمبر دے جائیں جس گروپ کے نمبر زیادہ ہوں اس گروپ کو شاباش یا کچھ انعام دیا جائے۔

7۔ قلم کا صحیح پکڑنا تختی یا کاپی کو مناسب حالت میں رکھنا یہ باتیں مدرس کو طلبہ کو بتانی چاہیئے

8۔ مدرس طلبہ کو یہ بھی بتلائے کہ سیاہی کی دوات کس طرف رکھی جانی چاہیے اور ساتھ ہی کہ قلم کو سیاہی میں کتنا ڈبونا چاہیئے۔

کسی زبان کا صرف بولنا اور سمجھنا ہی کافی نہیں اس کا لکھنا بھی ضروری ہے جب تک کسی بات کو لکھا نہ جائے وہ دور دراز کے لئے محفوظ نہیں کی جا سکتی حرف تحریر [illegible]

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation, Chandigarh. Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

نیز ماضی کے بزرگوں کے علوم و فنون سے آیندہ اور موجودہ نسلیں بھی اسی صورت میں
مستفید ہو سکتے ہیں بچوں کو پڑھنا سکھانے کے ساتھ ساتھ لکھنا سکھانا ضروری ہے
البتہ لکھنا سکھانے کے طریقے مختلف ہیں۔ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ طلبہ کو پہلے پڑھنا
سکھایا جائے اور بعد میں لکھنے پر توجہ دی جائے لیکن اکثر اساتذہ کی رائے یہ ہے
کہ پڑھنے کے ساتھ ہی لکھنا سکھایا جائے۔ بہر حال پڑھنا لکھنا لازم و ملزوم ہیں۔
طلبہ کو لکھنا سکھانے کے لئے اساتذہ کئی طریقے استعمال کرتے ہیں۔

مثلاً ہوا میں انگلی سے لکھنا، ریت یا مٹی پر لکھنا، بورڈ پر لکھنا، کاغذ یا تختی پر لکھنا۔
ان تمام طریقوں پر تختی کے استعمال کو ترجیح دی جاتی ہے۔ تختی ہی سے طلبہ کا ایک
طرف خط سنورتا ہے تو دوسری طرف خرچ نہ کے برابر ہوتا ہے زیادہ تر خوش نویس
تختی پر لکھنے ہی سے کامیاب ہوئے چند برس سے تختی کا رواج ختم ہو رہا ہے اور
اس کی جگہ پن مقبول ہو چکا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ موجودہ دور تیزی اور
جلدی سکھاتا ہے بڑی دوڑ دھوپ اور کشمکش کا زمانہ ہے۔ کئی گوناگونی اور
مصروفیات بڑھ گئی ہیں اس وجہ سے خوش نویسی کی طرف توجہ نہیں رہی جس سے
بچوں کی تحریر دلکش نہیں بلکہ بھدی ہوتی ہے بہت کم خوش خط ہوتے ہیں۔

لکھنا سکھانے کا صحیح طریقہ:- فن تحریر سیکھنے کے لیے طلبہ کی ابتدائی یعنی
پرائمری جماعتوں کا زمانہ موزوں ہے تعلیم کے ابتدائی دور تحتانوی جماعتوں میں
طلبہ صرف دو تین مضامین ہی پڑھائے جاتے ہیں ان کے پاس کافی فرصت ہوتی
ہے اس لئے انہیں لکھنا سکھانا چاہیئے تاکہ وہ اطمینان کے ساتھ اس فن پر وقت
اور توجہ صرف کر سکیں۔ مڈل جماعتوں میں تعلیم و تربیت کا کام بڑھ جاتا ہے۔
مضامین کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے اس لئے خط کو سنوارنے کے لئے مطابق فرصت
نہیں ہوتی۔ خوش نویسی یا خوش خطی سیکھنے کی ابتدا ڈرائنگ سے ہی ہونی چاہیئے
چھوٹے طلبہ لکیریں اور دائرے کھینچنے میں دل چسپی لیتے ہیں شروع میں طلبہ سے
سادہ سیدھی لکیریں کھنچوانے کی مشق کرائی جائے۔ پھر تکونی شکلیں بنانے کو کہا
جائے۔ پھر چوکور بنانے کی تاکید کی جائے۔ پھر دائرہ اور نیم دائرہ کھینچنے کی مشق
کی جائے پھر دائرہ کا گھیرا یعنی قوس کھنچوائی جائے۔ یہ کام سلیٹ پر یا تختی
پر یا رنگین پنسلوں سے یا رنگین چاک سے کروایا جائے۔ مثلاً

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

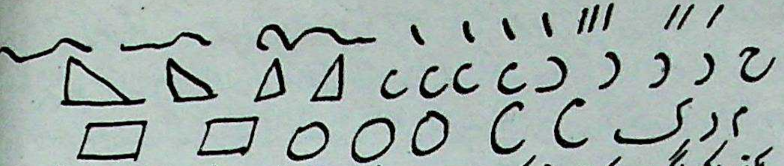

اکثر دیکھا گیا ہے کہ حروف کی بناوٹ میں خط مستقیم اور خط منحنی پڑھی یکر سے کا
لیا جاتا ہے۔ مثلاً ب پ ٹ ث ک گ م میں زیادہ تر خط مستقیم
سے کام لیا گیا ہے۔ ج چ ح خ د ڈ ذ س ش ص ض ع غ ا
وی زیادہ تر منحنی خط سے کام لیا گیا ہے۔ اس لئے جب طلبہ سیدھی پڑھی
اور دائرے اور قوس کھینچنے میں طاق ہو جائیں تو انہیں حروف بنانے کی مشق کرا
جائے اس طریقہ سے طلبہ جلد لکھنا سیکھ جائیں گے۔ خطوں کے ساتھ انہیں نق
لگانے کا طریقہ بھی سمجھایا جائے ان دونوں کی مشق کے بعد حروف کا لکھنا آن ہو جا
گا اس طریقے کو طریقہ ترکیبی کہتے ہیں۔ جب حروف لکھنے کی مشق ہو جائے تو ا
ملانے کی ترکیب بتائی جائے۔ سب سے پہلے مشابہ حروف کو یکجا کر کے لکھنا
جائے مثلاً۔

(ا) ب۔ ب پ ت ٹ ث
ج۔ ج چ ح خ
(د) د ڈ ذ
ر۔ ر ڑ ز ژ
ک۔ س ش ص ض
گ۔ ط ظ
ل۔ ع غ
م۔ ک گ۔
ن۔ ق ل ن ی
ہ۔ م

اس کے بعد ان حروف کی مختصر صورتیں (جزوی شکلیں) سکھائی جائیں اور پھر حروف
کو باہم ملانا سکھایا جائے۔ پہلے دو حرفی (ثابت حروف کی ترکیب) پھر سہ حرفی
تراکیب کے الفاظ لکھائے جائیں۔ مثلاً۔

اب۔ رس۔ دس
رٹ۔ ڈال۔ راج۔
روگ۔ ادن۔ روم

سالم یا ثابت حروف کے مرکبات کے بعد طلبہ کو غیر سالم یا مختصر حروف اور سالم
حروف کے ملے جلے مرکبات سکھائے جائیں مثلاً

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

[illegible] شام۔

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

حاضر - جانے کھانے - راضی -

آہستہ آہستہ طلبہ کو شوشے (حرف کا سرا) اور گوشے دکونا - کان کا سرا) بھی سکھائے جائیں - اس طرح طلبہ لکھنا ہی نہیں اگر مشق جاری رہے تو خوش خط لکھنا بھی سیکھ جائیں گے -

املا نویسی کے فوائد:- ۱- املا نویسی کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ الفاظ کا صحیح تلفظ معلوم ہو جاتا ہے اور وہ مدرس کے لب و لہجہ اور تلفظ کی نقل کرنے لگتے ہیں
2 - بچوں میں ذرا تیزی اور صفائی کے ساتھ لکھنے کی عادت پڑ تی ہے -
3- اپنی غلطیوں کو درست کرنے کے بعد ان میں خود اعتمادی پیدا ہو جاتی ہے -

مدرس مذ باندائی کو اس بات کا خاص دھیان رکھنا چاہیے کہ عبارت ایسی چن کر لکھوائے جو طلبہ پہلے پڑھ چکے ہوں - املا نویسی میں اس تعلیمی مقولے پر عمل کرنا ایک مدرس کے لیے لازمی ہے کہ - آسان سے مشکل کی طرف املا سے پہلے - مدرس کو چاہیے کہ وہ طلبہ کا لکھائی کا سامان دیکھے - کیا اُن کے پاس قلم - دوات تختی یا کاپی وغیرہ صحیح حالت میں ہے - اس کے علاوہ املا نویسی کے وقت طلبہ کی طرز نشست پر بھی توجہ دی جائے - پہلی جماعت میں عبارت کی بجائے حرف لفظوں کی املا ہی کافی ہے -

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اُردو نظم کی تدریس

ادب میں اظہار خیالات و جذبات کے دو بڑی صنف ہیں نثر اور نظم نثر کی نسبت نظم زیادہ موثر ہوتی ہے۔ زبان پڑھانے میں بھی نظم سہل ہوتی ہے لیکن نظم کا درس اس وقت کامیاب ہوتا ہے جب وہ طلبہ کے ذہنی معیار کے مطابق ہو اور نظم میں موسیقی اور جذبہ ہو۔ اسکولوں میں نظم کی تدریس کے مقاصد درج ذیل ہیں۔ 1۔ اسکولوں میں نظم کی تدریس کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ ذوق ادب سے آشنا ہوں 2۔ طلبہ نظم کو سمجھ کر لطف اندوز ہوں اور نظم میں بیان کردہ جذبات سے اسی طرح متاثر ہوں جس طرح شعر کہتے وقت شاعر متاثر تھا۔

3۔ طلبہ میں نظم پڑھانے کا مقصد ذوق ادب اور لطف اندوزی کے ساتھ ساتھ نظم کے مفہوم کو واضح طور پر سمجھانا بھی ہے۔

4۔ طلبہ کی عادات نظم کی تدریس سے سنورتی ہیں۔

5۔ نظم کی تدریس سے طلبہ میں تعلیم کے لئے ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔

6۔ اس سے طلبہ کے تخیل کی تربیت ہوتی ہے۔

7۔ اس سے طلبہ میں احساسات کو زندگی، دلولوں کو گرمی اور عزائم کو استقلال ملتا ہے۔

8۔ طلبہ کو خیالات کا اظہار کرنے میں سہولت پیدا ہوتی ہے۔

9۔ نظم کی تدریس طلبہ کی سیرت کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر اثر انداز ہوتی ہے۔

10۔ طلبہ میں سخاوت مہمان نوازی اور بہادری وغیرہ پیدا کی جا سکتی ہے۔

نظم کے اسباق پڑھانے کے لیے ایک قابل اور با صلاحیت مدرس زبان کی ضرورت ہے نظم کے اسباق پڑھانے سے پہلے مدرس زبان کو چاہیئے کہ وہ اصناف سخن کے بارے میں طلبہ کو معلومات بہم پہنچائے اگر مدرس غزل کا سبق شروع کرنا چاہتا ہوں تو سب سے پہلے اُسے غزل کے معنی اور تعریف مختصراً بیان کرنی چاہیئے اسی طرح مرثیہ قصیدہ اور رباعی وغیرہ کے اسباق شروع کرنے سے پہلے کرنا لازمی ہے

طریقہ تدریس:- نظم کی تدریس کے وقت مدرس زبان کو درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

نظم پڑھانے سے پہلے مدرس کو نظم پڑھانے کا مدعا متعین کر لینا چاہیے اگر مدرس کا مدعا یہ ہے کہ طلبہ اشعار کا مطلب بخوبی سمجھ جائیں۔ تو ایسی صورت میں مدرس کو زیادہ وقت تفہیم لغات اور اشعار کی تشریح کے لیے وقف کرنا ہوگا۔ اگر مدرس کا مدعا یہ ہے کہ طلبہ نظم سے زیادہ سے زیادہ دل چسپی لیں اور لطف اندوز ہوں تو ایسی صورت میں مدرس کو نظم پڑھنے اور پڑھانے میں زیادہ وقت صرف کرنا چاہیے۔

تمہید:۔ اس منزل میں طلبہ کی سابقہ واقفیت کے پیش نظر مدرس اُن سے مختلف سوالات پوچھتا ہے۔ یا تمہید (تیاری) کے ذریعہ طلبہ کو نئے سبق کی طرف راغب کرتا ہے۔ اگر مدرس پہلے ہی سے طلبہ پر واضح کر دے کہ آئندہ کون سی نظم پڑھائی جائے گی تو یقیناً طلبہ اس کی تیاری کر کے آئیں گے۔ تو ایسی صورت میں مدرس زبان کو تمہیدی سوالات کی تعداد محدود کر دینی چاہیے

مدرس زبان کی نظم خوانی:۔ نظم خوانی کرتے وقت مدرس کو نظم خوانی کے تمام او صاف کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ مدرس جس قدر بہتر نظم خوانی کرے گا۔ اتنی ہی طلبہ نظم میں زیادہ دل چسپی لیں گے۔ اور نظم سے زیادہ لطف اندوز ہوں گے

پیش کش:۔ تدریس نظم یا غزل کا دوسرا مرحلہ پیش کش یا استحضار (PRESENTATION) ہے اس مرحلہ پر مدرس نظم یا غزل کے بارے میں مختصر گفتگو کرے اور طلبہ کے لئے توجہ اور دل چسپی کا ماحول پیدا کرے۔ اس کے بعد مدرس پہلی بار کے طلبہ کے سامنے رموز او قاف، ترنم حرکات و سکنات لب و لہجہ کو پیش نظر کی تدریس کرے اس دوران طلبہ مدرس کی طرف دھیان سے دیکھتے رہے اور مدرس کے لب و لہجہ کا خیال رکھیں طلبہ کو کتاب نہیں کھولنی ہوتی اس کے بعد مدرس طلبہ سے کہے کہ وہ اپنی اپنی کتاب کھولیں تو مدرس ان کو اس نظم کی طرف متوجہ کرتا ہے مدرس وہی نظم یا غزل دوسری بار پڑھاتے اور طلبہ کتابوں میں دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ پہلی بار مدرس خود پڑھتا ہے اور طلبہ کتابیں نہیں کھولتے۔ اور مدرس کے لب و لہجہ کی طرف دھیان دیتے ہیں اور دوسری بار اپنی کتاب کی طرف دھیان دیتے ہیں۔ مدرس اسی دوران نظم میں آئے ہوئے مشکل الفاظ تختہ سیاہ پر لکھتا رہتا ہے۔ طلبہ کے نظم پڑھنے کے بعد مدرس اُن الفاظ کے معانی بتاتا ہے اور اُس کے بعد محاورات کا استعمال سکھاتا ہے جو غزل یا نظم میں آئے ہوئے ہوں اُس کے بعد مدرس اشعار کی تشریح

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کرتا تشریح کرنے کے لئے وہ سوالات و جوابات کا طریقہ استعمال کرتا ہے۔ جن اشعار میں شاعر نے تشبیہات استعاروں تلمیحوں وغیرہ سے کام لیا ہے ان اشعار کی تشریح ضرور کروانی چاہیئے مدرس جب تک ایسے اشعار کی تشریح نہیں کرائے گا طلبہ واضح طور پر ان اشعار کا مطلب سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔ مدرس خاموش مطالعہ بھی کروا سکتا ہے۔

النطاق:۔ اعادہ میں سوالات کی تعداد کم ہونی چاہیئے۔ طلبہ فوقانیہ میں نظم خوانی کو زیادہ اہمیت دینی چاہیئے تاکہ طلبہ جتنی بار بھی نظم یا غزل پڑھیں زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہوں اور ذوق سلیم نشوونما پائے۔ بار بار نظم کو پڑھنے سے نہ صرف اشعار کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ بلکہ ساتھ ہی ساتھ کئی اچھے شعر طلبہ کے ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ کلاس میں ہر طالب علم کو نظم خوانی کا موقع نہیں مل سکتا اس لئے مدرس کو چاہیئے کہ وہ طلبہ کو ہدایت دے کہ جن طلبہ کو نظم خوانی کا موقع کلاس میں نہیں مل سکا ہے وہ گھر پر باآواز بلند خوش خوانی کے اوصاف کو پیش نظر رکھتے ہوئے دو چار مرثیہ نظم یا غزل پڑھیں، اعادہ کے لئے طلبہ سے مختلف سوالات پڑھائے ہوئے سبق کے بارہ میں پوچھے جانے چاہیئے۔ طلبہ سے خالی جگہیں پُر کرائی جانی چاہیئے الفاظ کی ضد لکھوائی جانی چاہیے الفاظ کو جملوں میں استعمال کرایا جانا چاہیئے ہو سکے تو مدرس زبان کو ادھورے اشعار مکمل کرانے چاہیئے طالب علم کی طرف انفرادی توجہ دے کر مدرس زبان کو ان کی غلطیوں کی درستی کرنی چاہیئے۔

نظم کا نصاب!۔ طلبہ تیرہ چودہ سال کی عمر میں طبقہ فوقانیہ میں پہنچتے ہیں اور یہی وہ زمانہ ہے کہ جب جبنی میلانات ظہور میں آتے ہیں۔ اس لئے کسی نظم کو نصاب میں داخل کرتے وقت ہر پہلو سے اس کو جانچنا چاہیئے اور صرف وہی نظمیں نصاب میں شامل کی جائیں جن کو پڑھنے سے طلبہ لطف و حظ حاصل کر سکیں ان کے اخلاق و کردار پر اچھا اثر پڑے اور طلبہ میں ذوق ادب نشوونما پائے غزلیات کو داخل نصاب کرتے وقت بطور خاص توجہ دینی چاہیئے صرف وہی غزلیات شامل کی جائیں جن میں عشق و محبت کے ہلکے جذبات بیان کئے گئے ہوں۔ نظم کا نصاب اس قدر رکھا جائے جس کی تکمیل مدرس باآسانی کر سکے نصاب میں غزلیات قصیدے مرثیے مثنوی۔ رباعیات قطعات وغیرہ تمام اصناف کے نمونے رکھنا چاہیئے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

قواعد کی تدریس

قواعد زبان کی خوبیوں کا پتا لگانے کا ایک پیمانہ ہے لیکن ایسا پیمانہ نہیں جسے شعوری طور پر برتے بغیر زبان چلائی ہی نہ جا سکے۔ قواعد کی تعلیم کے عملی مقصد کے تحت ایسی ہی تعلیم کافی ہے جو اصطلاحات کے گورکھ دھندوں میں پھنسانے کے بجائے صحیح زبان بولنا اور لکھنا سکھائے۔ قواعد سیکھنے سے آگے چل کر بلاغت کی تحصیل میں آسانی ہوتی ہے اور دوسری زبان سیکھنے سے پہلے اپنی زبان کی قواعد سے واقف ہونا بھی ضروری ہے۔ اس کے پڑھنے سے جملے کی تحلیل اور لفظوں کی نشست کا اندازہ ہوتا ہے۔

قواعد کی بدولت بچہ روانی اور آزادی کے ساتھ اظہار خیال کی راہ پر چلتا ہے ماہرین تعلیم کا قول ہے کہ غیر زبان قواعد کی مدد ہی سے سیکھی جا سکتی ہے۔ آج کل اُردو زبان بولنے اور لکھنے میں طلبہ جو غلطیاں کرتے ہیں اُس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ اسکولوں میں مدرس اُردو قواعد کی تدریس کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے صرف نصاب کی تکمیل کے پیچھے لگے رہتے ہیں اور قواعد کی وہ باتیں ہی یاد کرا دی جاتی ہیں جو امتحان میں کام آنے والی ہوں یا اکثر آتی ہوں۔ جس کا یہ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طلبہ غلط زبان بولتے اور لکھتے ہیں۔ زبان اور اُردو زبان کی قواعد دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں اگر کہا جائے کہ قواعد کے بغیر زبان کی تعلیم ادھوری رہتی ہے تو غلط نہ ہوگا۔ اس لیے مدرس اُردو کا فرض ہے کہ وہ طلبہ میں زبان کا صحیح شعور پیدا کرنے کے لیے زبان کی قواعد پر زور دے۔

قواعد کی تدریس کا مقصد یہ ہے کہ ایسی بالواسطہ تعلیم طلبہ کو صحیح اُردو بولنے اور لکھنے پر قادر بنانا اور انھیں ایسی غلطیوں سے بچانا ہے جو زبان کی درست ترکیب اور اس کے روزمرہ و محاورہ کا استعمال درست ڈھنگ سے کر سکیں اس طلبہ جملوں میں الفاظ کی نشست و ترتیب کو اچھے طریقہ سے پہچان جاتے ہیں اور اگر جملہ طویل اور پیچیدہ ہو تو ترکیب نحوی کے ذریعے مختلف چھوٹے چھوٹے ضمنی جملوں کے باہمی تعلق نیز الفاظ اور جملوں کے درمیان فصل اور وصل کے راز کو سمجھ سکیں قواعد کی تدریس صرف بڑی جماعتوں تک ہی محدود نہیں رکھنی چاہیے بلکہ نچلی جماعتوں سے ہی اس کی طرف دھیان دینا لازمی ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

زبان کی قواعد دو طرح سے پڑھائی جا سکتی ہے ۔

۱۔ رسمی طور پر (FORMAL)

۲۔ غیر رسمی طور پر (NON-FORMAL

رسمی طور پر:۔ قواعد درسی کتاب کی حیثیت سے پڑھائی جانی چاہیئے۔ طلبہ کو قواعد کی درسی کتاب کے مطابق مسلسل طور پر قاعدے بنائے جائیں۔ ان سے بار بار سنا جائے اکثر مدرس ان کو رٹوانے یا حفظ کرنے پر زور دیتے ہیں اگر وہ قواعد کی تعریفیں یا مثالیں بھول جائیں تو ان کو سزا دی جاتی ہے قواعد کی تدریس ان کے لئے انتشار کا باعث بن جاتی ہے اور وہ قواعد کے نام سے بھی ڈرنے لگتے ہیں۔ اکثر طلبہ اسکول سے غیر حاضر رہنا شروع کر دیتے ہیں اور بعض تو اسکول چھوڑ ہی دیتے ہیں۔ طلبہ کو تعریفیں رٹوانا اور مثالیں یاد کروانا ہی تک قواعد کو محدود رکھا جاتا ہے۔ یہ طریقہ کئی صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔ رسمی طور پر قواعد پڑھانے کے لئے مدرس کو استخراجی طریقہ کا استعمال کرنا چاہیئے اس طریقے میں قواعد کے امور کی پہلے تعریف بتلائی جاتی ہے۔ پھر مثال دی جاتی ہے اور بعد میں مشق کروائی جاتی ہے۔ یہ طریقہ انگلستان اور امریکہ میں عام ہے۔

استخراجی طریقہ:۔

۱۔ اس سے سابقہ معلومات مستحکم ہوتی ہے۔

۲۔ اس سے دوسروں کی معلومات کی صرف تصدیق ہوتی ہے۔

۳۔ اس سے معلومات زیادہ اور تربیت کم ہوتی ہے۔

۴۔ اساتذہ پر تکیہ کرنے کی عادت پڑتی ہے۔

۵۔ دوسروں کے بتانے پر بھروسا کرنا پڑتا ہے۔

۶۔ کام کی رفتار تیز ہوتی ہے۔

۷۔ طلبہ خود تجربہ یا مشاہدہ نہیں کرتے بلکہ بڑوں کے علم و تجربہ سے کام چلاتے ہیں۔

۸۔ یہ طریقہ بڑوں کے لئے موزوں ہے۔

غیر رسمی طور پر:۔ اردو مدرس جب درس تدریس کا کام کرتے تو اُسے ساتھ ساتھ قواعد کی باتیں بھی کرنی چاہیئے اور طلبہ سے قواعد کے بارے میں دریافت کرے اگر طلبہ نہ بتا سکیں تو اُس کو خود بخود بتانا چاہیئے ابتدائی جماعتوں میں مدرس مختلف اصناف پڑھاتے ہوئے ساتھ ساتھ طلبہ کو غیر رسمی طور پر قواعد کی باتیں بتاتا ہے انھیں اس ڈھنگ سے سمجھائے کہ انھیں معلوم نہ ہو کہ وہ قواعد [illegible]

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation, Chandigarh. Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کے ساتھ ساتھ طلبہ کی اصلاح کرے اور انھیں قواعداز کا احساس کرواتا رہے ۔ غیر رسمی تدریس میں مدرس استقرائی طریقہ اپنائے ۔ استقرائی طریقہ جرمنی میں رائج ہے وہاں قواعد کی تعلیم سختی کے ساتھ ایک حد تک محدود رکھی جاتی ہے ۔ مدرس قواعد کی مثال کو تختہ سیاہ پر لکھتا ہے طلبہ سے اس قسم کی مثالیں تلاش کرنے کو کہتا ہے ۔ اس طرح طلبہ مثالوں کا مقابلہ کر کے خود ہی قاعدہ اخذ کرتے ہیں ۔ اس قاعدہ کو کئی بار دہرا کر کاپیوں پر نوٹ کروایا جاتا ہے اور اسی طرز کے جملے لکھوائے جاتے ہیں ۔ اس کے بعد انشاء کے وقت ایسا خاکہ دیا جاتا ہے جس میں انھیں قواعد کی معلومات سے استفادے کا موقع ملتا ہے ۔ اس طریقہ سے پہلے مثالیں لے کر بعد میں قواعد اخذ کیے جاتے ہیں ۔ یہ طریقہ "معلوم سے نامعلوم" کی طرف کا ہے ۔

استقرائی طریقہ :- ۱۔ استقرائی طریقہ سے جدید معلومات حاصل ہوتی ہے ۔

2۔ اس سے ترتیب زیادہ اور معلومات کم ہوتی ہے ۔

3۔ اس سے طلبہ میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے ۔

4۔ اس سے طلبہ کو خود کر کے سیکھنے کا موقعہ ملتا ہے ۔

5۔ اس سے انکشاف و تحقیق کی طرف رہنمائی ہوتی ہے ۔

6۔ یہ سست رفتاری کا طریقہ ہے ۔

7۔ طلبہ خود رفتہ رفتہ تجربے و مشاہدے کر کے کسی نتیجے پر پہنچتے ہیں ۔

8۔ یہ طریقہ بچوں کے لئے موزوں ہے ۔

قواعد کا جاننا قدرت زبان کے تعلق سے نہایت ضروری ہے لیکن رسائی اس ڈھنگ سے ہو کہ بچوں کے نفسیاتی مطالبات ایسی رسائی کا ساتھ دیں ۔ اگر بچوں کی نفسیات کو شریک کار بنانا ضروری ہے ۔ اس سے آسانی ہوگی اور نتیجہ بھی خاطر خواہ صورت میں برآمد ہوگا ۔ قواعد کی تعلیم میں خصوصی طور پر ان نکات پر دھیان دینے کی ضرورت ہے تاکہ مضمون کی خشکی اور اور اشکالی درجہ کم ہو سکے ۔

دونوں (استخراجی - استقرائی) طریقے مناسب موقع و محل کے اعتبار سے مناسب ہیں ۔ مدرس زباندانی کو ان دونوں طریقوں سے فائدہ اٹھانا چاہیئے ۔ لیکن قواعد کی تدریس میں ہمیشہ مدرس کے پیش نظر صحیح زبان ہونی چاہیئے ۔

قواعد کا نصاب برائے طبقہ فوقانیہ :- مدرس زباندانی کو طبقہ فوقانیہ میں قواعد کے مندرجہ ذیل اسباق پڑھانا چاہیئے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation, Chandigarh Funding by IKS-MoE 2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

علم ہجا:۔ حروف مفرد۔ حرکت و سکون۔ مخلوط۔ ادغام وغیرہ
علم صرف:۔ کلمے کی تقسیم اسم اور اس کی قسمیں تذکیر و تانیث۔ صفت اور اس کی قسمیں۔ ضمیر اور اس کی قسمیں۔ حروف البسیطہ۔ حروف علت۔ حروف تخصیص وغیرہ۔
علم نحو:۔ جملہ کے اجزائے ترکیبی۔ جملہ کی قسمیں معنی کے لحاظ سے۔ مسند اور مسند الیہ ترکیب نحوی۔ رموز اوقاف۔
علم بیان:۔ تشبیہ۔ استعارہ۔ مجاز مرسل۔ کنایہ۔ علم بدائع وغیرہ
علم بلاغت۔ صنائع معنوی۔ صنائع لفظی وغیرہ۔

مدرس کو چاہیے کہ وہ وقت کی کمی کی وجہ سے قواعد اردو کی تفصیلی تعلیم نہ دے سکیں تو کم از کم نثر اور نظم پڑھاتے وقت ہی جب کوئی صنعت آجائے اس وقت اس کی تعریف کردیں اور چند مثالیں دے کر صنعت کی وضاحت کریں تاکہ طلبہ کے اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اردو انشاء کی تدریس

انشاء سے مراد دستاویز نویسی ہے یعنی خطوط اور دستاویز کی تحریر کا فن انشاء عربی کا لفظ ہے جس کا مادہ ن ش ء ہے۔ انشاء کے معنی مادہ تخلیق کے بھی ہیں۔ عربی لغات میں اس کے معنی نئی چیز بنانا، بلند کرنا، عنفوان شباب اور انشاء سے کلام کے معنی میں نئی بات وضع کرنا ہے۔ اردو میں انشائیات ا' نثر کی وہ ہیئت ہے جو سوانح عمری، مقالات، تفاسیر وغیرہ لیکن حکایت ب مستقل صنف ہونے کے باوجود انشائیات میں شمار کئے گئے ہیں۔ انشائیات اصلاً داستان عمومی ادب ہے لیکن یہ نثر کا باغ نہیں صرف باغیچہ ہے نثر کا دریا نہیں محض جوئے کم آب ہے۔ یہ حقائق کی مکمل تصویریں نہیں بلکہ مکمل تصویروں کے صرف وہ خاکے ہیں جو انشاء نگار کی شخصیت نے پیش کئے ہیں۔

ادب یا انشاء پردازی محض نظری علم یا سائنس نہیں ہے کہ صرف مطالعہ یا غور و خوض کرنے سے حاصل ہو جائے وہ ایک فن ہے جس کے لئے کوشش اور مشق کی ضرورت ہے۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مضمون نگاری میں مدرسہ کی تعلیم یا بعض کتابوں کے مطالعہ سے دسترس حاصل کی جا سکتی ہے لیکن یہ خیال جتنا عام ہے اتنا ہی غلط ہے۔ ان ذریعوں سے ایک شاعر ایک مصنف ایک ناول نویس یا ایک مضمون نگار بن سکتا ہے اسی طرح دشوار ہے جس طرح کتابیں پڑھ کر بڑھئی یا لوہار بن جانا۔

جب تک کہ بچہ پڑھنا لکھنا اچھی طرح نہ سیکھ جائے وہ وقت بھی مضمون نگاری کا آرٹ سکھانے کے اعتبار سے بے معنی نہیں سب سے پہلے بچہ کو اسکولی فضا سے مانوس کرنا ہے اس مقصد کے تحت بچوں سے ان کی دلچسپی کی باتیں کی جانی چاہئیں اور انھیں باتوں کے ذریعے مضمون نگاری کے جوہر کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔ جس سے آگے چل کر وہ ایک اچھا مقرر اور ایک اچھا مضمون نگار بن سکے اسکول میں بچے سے کھل کر بات کرنا اور اس سے بلا جھجک جملوں میں اپنی ذات اور اپنے ماحول سے متعلق بات چیت کرنے پر آمادہ کرنا ہی ایک بنیادی کام ہے، اس بات کی احتیاط بھی ضرو[illegible] ہے کہ بچوں کو بات چیت کے دوران ٹوکا نہ جائے۔ بچے کو صحیح اور غلط کا احساس دلایا جائے او[illegible] مدرس رہنمائی کرے تاکہ وہ جرأت اور یقین کے ساتھ اظہار کے لئے آمادہ ہو۔ بات چیت کے ذریعے سے آگے اٹھا کر کسی بھی موضوع پر لوٹا ڈھنگ سے بات چیت کرنے کی مشق کرا[illegible] جا سکتی ہے۔ بچوں کو فرضی کردار پر بات چیت کرائی جا سکتی ہے۔ کمرہ جماعت میں ہی ایک [illegible]
[illegible] ڈاکٹر بنے اور دوسرا مریض یا ایک [illegible]

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اسی طرح کے کردار بنائے جا سکتے ہیں اور بچے ایک دوسرے سے اسی ڈھنگ سے بات چیت کرے جیسے ان کے کردار ہوں۔ اسی طرح سے روزمرہ کی زندگی کی باتوں کو کرداروں کے ذریعہ پیش کیا جا سکتا ہے اور بچے جو گفتگو کریں مدرس ان کو صحیح تلفظ بولنے کے لئے کہہ سکتا ہے:

طبقہ فوقانیہ میں طلبہ کا شعور بہ نسبت طبقہ وسطانیہ کے پختہ ہوتا ہے اور ان کے خیالات و معلومات بھی کافی وسیع ہو جاتے ہیں اس لئے طبقہ فوقانیہ میں مدرس کو چاہیئے کہ وہ کوشش اس بات کی کرے کہ اس کے طلبہ انشاء پردازی میں مہارت حاصل کریں۔

مضمون نگاری یا انشاء پردازی صرف تحریری اظہار نہیں۔ تقریری بیان اور اظہار بھی اس عمل کا ایک دوسرے کے پہلو ہیں۔ تعلیم زبان کے تعلق سے غلط کوششوں اور غیر نفسیاتی طریق کار ہی کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ طلبہ میں اظہار ذات کے لحاظ سے بڑی کمی رہ جاتی ہے ان کی تقریر اور تحریر میں نہ روانی نہ خیالات کا تسلسل اور نہ بیان کی عمدگی اور اس کا سبب یہ ہے کہ بچوں کو کسی موضوع پر سوچنے اور بول چال کا طریقہ تحتانوی جماعتوں میں اپنایا نہیں گیا ہوتا۔

طریقہ تعلیم مضمون نویسی:- مدرس کا فرض ہے کہ عنوان کے انتخاب میں طلبہ کی دلچسپی کا خاص خیال رکھے۔

ا۔ ابتداء میں صرف ان عنوانات پر انشاء کا کام کرایا جائے جس کے متعلق تجربات و مشاہدات کے کافی مواقع ملے ہوں کہ طلبہ کے ذہین میں پہلے سے مواد موجود ہوں۔

ب۔ مضمون نویسی کا کام مناسب مقدار اور مناسب وقفے سے دیا جائے۔

ج۔ مضمون نویسی کے مثالی نمونے بھی دکھائے جائیں۔

د۔ عبارت میں ربط اور اظہار خیال میں نظم و ترتیب کا لحاظ رکھوایا جائے۔

ر۔ عنوان سے متعلق بہت سی باتیں لکھنے کی طرف توجہ دی جائے۔

س۔ ابتدائی درجات میں خالی جگہیں پر کرنا۔ الفاظ کا استعمال کر کے جملے بنانا موزوں الفاظ کا انتخاب وغیرہ کی مشقیں ہوں۔ پھر دیئے ہوئے عنوانات پر چند مربوط جملے لکھنا سکھائیں۔ اور رفتہ رفتہ مربوط عبارتیں اور مکمل مضمون لکھوائے جائیں۔

ک۔ غلطیاں زیادہ ہوں تو دوبارہ لکھوایا جائے کمیت سے زیادہ کیفیت پر زور دیا جائے

گ۔ اچھے انشاء پر نمبر کے ساتھ موزوں رائے زنی بھی کی جائے۔

طبقہ فوقانیہ میں درج ذیل موضوع مضمون نگاری کے لئے مفید ثابت ہو سکتے ہیں

ا۔ کسی قصے یا واقعہ پر مضمون۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

2۔ تاریخی لڑائی یا کسی بادشاہ کے عہد حکومت پر مضمون مثلاً ہندوستان کی جنگ آزادی۔ اشوک یا اکبر کا انتظام سلطنت۔ چاند بی بی کی بہادری وغیرہ ان موضوع پر مضامین لکھوائے جا سکتے ہیں۔ ایسے مضامین میں مدرس کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیئے کہ طلبہ مضامین میں جو واقعات بیان کریں وہ صداقت پر مبنی ہوں۔

3۔ مقامی صنعت پر مضمون جس کے متعلق طلبہ کو کافی معلومات ہو۔

4۔ کھیل پر مضمون مثلاً فٹ بال۔ کرکٹ ہاکی وغیرہ۔ طلبہ اکثر میچ دیکھتے ہیں۔ اس لیے ان کو کھیلوں کے متعلق کافی معلومات ہوتی ہیں اگر مدرس طلبہ کی تھوڑی سی رہنمائی کرتے تو طلبہ اچھا مضمون لکھ سکتے ہیں۔

5۔ قدرتی مناظر پر مضامین مثلاً برسات کا منظر، جنگل کا منظر سورج غروب ہونے کا منظر وغیرہ۔ دوسرے قدرتی مناظر پر بھی مضمون لکھوائے جا سکتے۔

طلبہ اُسی وقت مضمون نویسی میں دل چسپی لیں گے جب کہ ان کے پاس معلومات کا کافی ذخیرہ ہو۔

مضمون نویسی یا انشا پردازی میں مہارت پیدا کرنے کے لیے ہدایات

1۔ مضمون لکھنے سے پہلے موضوع پر خوب غور کرنا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ طلبہ اس موضوع پر کس قدر اور کیسا مواد پیش کر سکتے ہیں۔

2۔ اس کے بعد خیالات کو ترتیب دینا چاہیئے جو بات پہلے کہنا ضروری ہے پہلے لکھوانی چاہیئے اور جو بعد میں آنی چاہیئے اُسے بعد میں لکھوایا جائے۔

3۔ ایک اقتباس میں صرف ایک خیال پیش کرنا چاہیئے۔

4۔ زبان سادہ اور صاف ہو تاکہ خیال میں اُلجھن پیدا نہ ہو۔

5۔ اِملا کا خاص خیال رکھا جانا چاہیئے۔

6۔ رموزِ الفاظ کی علامت درست ہوں۔

7۔ کسی خیال کو بار بار نہ دہرائیں۔

8۔ علم اور واقفیت کو بڑھانے کے لیے کتابوں کا مطالعہ لازمی ہے۔

9۔ ڈر کا جذبہ طاری نہ ہو۔

10۔ مواد مضمون اور خیالات میں تسلسل برقرار رکھا جائے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

تحتانوی جماعت کے طلبہ کے ساتھ مدرس بات چیت کے دوران غلطیوں کی درستی زبانی اور تحریری طور پر کرتا رہے تاکہ مضمون نگاری میں ان کو مدد ملتی رہتی ہے۔ مدرس کو مندرجہ ذیل باتوں کی طرف خاص دھیان دینا چاہیئے تاکہ طلبہ میں مضمون نگاری میں مہارت پیدا ہو سکے۔

1. تلفظ صحیح اور صاف ہے۔
2. بات کرتے ہیں جلدی نہ کرے۔
3. ضمیر، فعل واحد جمع، تذکیرو تانیث کے اعتبار سے جملے درست ہوں
4. خیالات میں ترتیب ہو۔
5. جب مدرس گفتگو کر رہا ہو تو طالب علم سیدھا اور چست کھڑا رہے۔
6. آواز کمزور اور دھیمی نہ ہو، نرم اور بلند ہو۔
7. چھوٹوں سے بات چیت میں شفقت ظاہر ہو۔ بڑوں کے سامنے ادب اور ہم عمر سے دوستی اور محبت کا پتا چلے۔
8. طلبہ سے غصہ میں چلانے، سخت سُست کہنے اور بدزبانی کی عادتیں چھڑائی جائیں۔

مضمون کی اصلاح:۔

1. مدرس ہر طالب علم کا مضمون جماعت میں پڑھائے اور تمام طالب علم اس مضمون پر تنقید کریں۔
2. جب مضمون کی پڑھائی ختم ہو جائے اس وقت مدرس کو طلبہ سے سوالات کے ذریعے مضمون کی غلطیوں کے متعلق دریافت کرنا چاہیئے۔
3. جماعت کو کئی گروہ میں تقسیم کر دینا چاہیئے اور ہر گروہ کے ذمے ایک کام کر دینا چاہیے تاکہ وہ قواعد کی غلطیوں کی طرف توجہ دے سکیں۔
4. مدرس ہر مضمون کی خود اصلاح دے۔ طالب علم مدرس سامنے موجود رہے اور مدرس اس کو غلطیاں بتا سکے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

نمونے اشارات

لیسن پلان - ۱

جماعت - آٹھویں
مضمون - اردو نظم
موضوع - ایک پرندہ اور جگنو
وقت - ۴۵ منٹ
تاریخ - 4/ مئی 1992ء

توضیحات :- حسب دستور کمرا جماعت کا تدریسی سامان جھاڑن، چاک، تختہ سیاہ بلبل اور جگنو کی تصویر اور ڈاکٹر اقبال کی تصویر

مقاصد عام :-
۱. ذوق سلیم کی پرورش کرنا۔
2. ذخیرہ الفاظ بڑھانا
3. تربیت اخلاق دینا
4. تربیت زندگی دینا
5. تلفظ کی درستی کرانا۔

مقاصد خاص :- ڈاکٹر سر محمد اقبال کی نظم "پرندہ اور جگنو" پڑھانا نئے الفاظ کے معنی بتانا اور جملوں میں استعمال کرنا سکھانا۔

سابقہ واقفیت :- طلبہ نظمیں پڑھ چکے ہیں۔

آمادگی :- طلبہ کے ذہنی عمل کو حرکت میں لانے نیز ان کی سابقہ معلومات کو اجاگر کرنے کی غرض سے مدرس طلبہ سے چند سوالات پوچھے گا۔

۱. موسم گرما کے بعد کون سا موسم آتا ہے؟ [برسات کا موسم آتا ہے]
2 موسم برسات میں درخت اور پودے کیسے نظر آتے ہیں
[ہرے بھرے نظر آتے ہیں۔]
3. پرندے خوش ہو کر کیا کرتے ہیں؟ [خوش ہو کر چہچہاتے ہیں]
4. برسات کی اندھیری راتوں میں کون سا کیڑا چمکتا ہے؟۔
[برسات کی اندھیری راتوں میں جگنو چمکتا ہے۔
5. پرندے اور جگنو میں کیا فرق ہے۔ [پرندہ چہچہاتا ہے اور جگنو چمکتا ہے]

اظہار مقصد :- ان سوالات کا جواب طلبہ جیسا بھی دیں گے تو مدرس طلبہ کو کہے گا کہ

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

آج ہم ڈاکٹر سر محمد اقبال کی نظم " پرندہ اور جگنو " پڑھیں گے۔

نمونہ خوانی !۔

اس مرحلہ پر مدرس بآواز بلند نمونے کے طور پر نظم خوانی کرے گا اور طلبہ کو صحیح لب و لہجہ کی طرف دھیان رکھنے کی تلقین کرے گا اور ساتھ ہی ساتھ مدرس تشریح بھی کروائے گا۔

سرِ شام اِک مرغِ نغمہ پیرا — کسی ٹہنی پہ بیٹھا گا رہا تھا

ہم آہنگی سے ہے محفل جہاں کی — اسی سے ہے بہار بوستاں کی

انفرادی قرآت !۔

اس مرحلہ پر مدرس انفرادی طور پر نظم پڑھائے گا اور غلط تلفظ الفاظ کی اصلاح طالب و علموں سے کروائے گا اور صحیح لب و لہجہ ذہن نشین کرانے کے لئے مشکل الفاظ کی دو تین بار مشق کرائے گا۔

تفہیم الفاظ !۔ اس مرحلہ پر مدرس مشکل الفاظ کے معنی عام فہم اردو زبان میں کہے گا اور ساتھ ہی ساتھ تختہ سیاہ پر لکھے گا۔

تختہ سیاہ !۔ مرغ نغمہ پیرا ۔ گانے والا پرندہ مثلاً بلبل

بہشت گوش ۔ دل کشی

ضیاء ۔ روشنی

منقار ۔ چونچ ۔

اوج ۔ بلندی ۔

بوستان ۔ باغ

اعادہ !۔ اس مرحلہ پر مدرس طلبہ سے چند سوالات پوچھے گا۔

۱۔ قدرت نے بلبل کو کیا چیز عطا کی ہے ؟

2۔ قدرت نے جگنو کو کیا چیز عطا کی ہے ؟

3۔ دنیا کی دل کشی کن چیزوں سے قائم ہے ؟

گھر کا کام !۔

مندرجہ ذیل جملوں میں ایک جگہ تین تین لفظ لکھے گئے ہیں ان میں جس لفظ سے جملہ ٹھیک بنے اُس پر (✓) کا نشان لگائے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

بیٹے کی سرکشا کسب سے ناراض ۔ خوش ۔ غصے ۔ ہو کر چپراسی کو انعام دیا۔

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

2۔ گھوڑے ۔ کے سینگ ہوتے ہیں۔
بیل
گدھے

3۔ ہرگوپال نے سلیٹ / تختی / کتاب کے کچھ ورق اُلٹ دیئے۔

4۔ پرندہ اور جگنو کے شاعر کا نام اقبالؔ ۔ غالبؔ ۔ میرؔ ۔ ہے۔
5۔ ہندوستان کی راجدھانی کا نام سری نگر ۔ لکھنؤ ۔ دہلی ہے۔

لیسن پلان ۔ 2

جماعت . . . . نہم
مضمون . . . . اُردو غزل۔
مضمون . . . . ابن مریم ہوا کرے کوئی
وقت . . . . 45 منٹ

توضیحات:۔ . . . . حسبِ دستور کمرہ جماعت کا تدریسی سامان جھاڑن چاک تختہ سیاہ اور مرزا غالبؔ کی تصویر۔

مقاصد عام:۔
1۔ ذوقِ سلیم کی پرورش
2۔ تربیت زندگی دینا
3۔ تربیت اخلاق دینا۔
4۔ تلفظ کی درستی کرانا
5۔ ذخیرہ الفاظ بڑھانا

مقاصد خاص:۔ مرزا غالبؔ کی غزل پڑھانا نئے الفاظ کے معنی بتانا اور جملوں میں استعمال کرنا سکھانا۔

سابقہ واقفیت:۔ طلبہ غالبؔ کی نظمیں اور غزلیں پڑھ چکے ہیں۔

آمادگی:۔ طلبہ کے ذہنی عمل کو حرکت میں لانے نیز ان کی سابقہ معلومات کو اجاگر کرنے کی غرض سے مدرس طلبہ سے چند سوالات پوچھے گا۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

1۔ اگر ہم بیمار پڑ جائیں تو کس کے پاس جاتے ہیں؟
[ڈاکٹر یا حکیم کے پاس جاتے ہیں]

2۔ اگر دوا سے فائدہ نہ ہو تو ہم کس کے پاس جاتے ہیں۔؟
[ہم بزرگوں مرشدوں کے پاس جاتے ہیں۔

3۔ بزرگ۔ مرشد لوگ کیا کرتے ہیں؟
[تعویز دیتے ہیں یا کچھ پڑھ کر مریض پر پھونک دیتے ہیں۔

4۔ حضرت عیسیٰؑ کون تھے۔؟
[حضرت عیسیٰؑ پیغمبر تھے۔]

5۔ حضرت عیسیٰؑ کی والدہ کا نام کیا تھا۔؟
[حضرت عیسیٰؑ کی والدہ کا نام مریم تھا]

6۔ غالب کس کو مسیحا مانتے ہیں۔؟
[جو ان کی بیماری کا علاج کر دے۔]

اظہار مدعا:۔ طلبہ کے جوابات کو ملحوظ رکھتے ہوئے مدرس ان سے کہے گا اچھا آج ہم مرزا غالب کی غزل پڑھیں گے۔

نمونہ خوانی:۔ اس مرحلہ پر مدرس با آواز بلند نمونہ کے طور پر غالب کی غزل پڑھے گا اور طلبہ کو صحیح لب و لہجہ کی طرف دھیان رکھنے کی تلقین کرے گا اور غزل کے شعروں کی تشریح آسان الفاظ میں کرے گا۔

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

جب توقع ہی اٹھ گئی غالب
کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی۔

پہلا شعر:۔ ابن مریم ہوا کرے کوئی   میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

تشریح:۔ ابن مریم یعنی حضرت عیسیٰؑ یا مسیحا یعنی کہ کوئی مسیحا ہے تو ہوا کرے میں تو تب جانوں کہ جب کوئی میرے دکھ کا علاج کر دے۔

چھٹا شعر:۔ جب توقع ہی اٹھ گئی غالب   کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

تشریح :۔ گلہ کسی اُمید پر ہوا کرتا ہے جب اُمید ہی نہ رہے اور مایوسی کا عالم ہو تو پھر گلہ شکوہ کیا۔

انفرادی قرأت :۔ اس مرحلہ پر مدرس انفرادی طور پر پڑھائے گا۔ اور غلط تلفظ الفاظ کی دو تین بار غلطوں سے کرائے گا۔ اور صحیح لب و لہجہ ذہن نشین کرانے کے لئے مشکل الفاظ کی دو تین بار مشق کرائے گا۔

تفہیم الفاظ :۔ اس مرحلہ پر مدرس مشکل الفاظ کی تشریح عام فہم اُردو زبان میں کرائے گا۔

تختہ سیاہ :۔

ابن - فرزند۔ بیٹا

جنون - دیوانگی

شرع - مذہبی قانون

توقع - اُمید - بھروسا

حاجت - خواہش - اُمید

اعادہ :۔ اس مرحلہ پر مدرس طلبہ سے چند سوال پوچھے گا۔

1- غالب کی بیماری کا علاج کون کرسکتا ہے۔؟

2 غالب کا قاتل کس طرح قتل کرتا ہے ؟

3- غالب کیوں کہتا ہے کہ میری بات کوئی نہ سمجھے!

گھر کا کام :۔ کون ہے جو نہیں حاجت مند کس کی حاجت روا کرے کوئی۔ کی تشریح لکھ کر لائیے۔

لیسن پلان - 3

جماعت . . . . دہم

مضمون . . . . اُردو نثر

موضوع . . . . وطن کی پاک مٹی

تاوقت . . . . 45 منٹ

تاریخ . . . . 15 مئی 1991

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

توضیحات:- حسب دستور کمرہ جماعت کا تدریسی سامان، جھاڑن، چاک، تختہ سیاہ
چارٹ وغیرہ۔

مقاصد عام:- ا۔ تربیت زباندانی دینا
2۔ طلبہ میں ادبی ذوق بڑھانا۔
3۔ تربیت اخلاق دینا۔
4۔ تلفظ کی درستی کرانا۔
5۔ مطلب فہمی کی جانچ۔

مقاصد خاص:- علی عباس حسینی کی کہانی "وطن کی پاک مٹی" کا پہلا اقتباس پڑھانا
نئے الفاظ کے معانی بتانا اور جملوں میں استعمال کرانا اور درست طریقہ تدریس سے پڑھانا

سابقہ واقفیت:- اس سے پیشتر طلبہ نے پروفیسر آل احمد سرور کی "چکبست لکھنوی کی نثر" پڑھی ہے

آمادگی:- سابقہ واقفیت کا جائزہ لینے اور موجودہ سبق کی طرف آمادہ کرنے کے
کے لئے مدرس طلبہ سے چند سوالات پوچھے گا۔

1۔ چکبست کی ولادت کہاں ہوئی تھی؟ [1882ء بمقام فیض آباد میں ہوئی تھی]
2۔ 1962ء میں ہندوستان پر کس ملک نے حملہ کیا؟ [چینی نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا۔]
3۔ چینی اپنے مقصد میں کیوں کامیاب نہ ہوئے؟ [ہندوستانیوں میں اتفاق تھا]
4۔ دو جانباز سپوتوں کے کیا نام تھے؟ [طارق اور یاشی]
5۔ پاک مٹی کہاں کی ہوتی ہے؟ [مادر وطن سے زیادہ پاک اور کہاں کی مٹی ہوگی۔

اظہار مدعا:- ان سوالات کا جواب طلبہ جیسا دیں گے اس کے مطابق مدرس
ان سے کہے گا اچھا آج ہم۔

نمونہ خوانی:- اس مرحلہ پر مدرس باآواز بلند نمونے کے طور پر سبق کا پہلا
اقتباس پڑھائے گا اور طلبہ کو صحیح لب ولہجہ کی طرف دھیان
رکھنے کی تلقین کرے گا۔ طارق کانپ کر جوش میں آ گیا
... جس سے اسے اور یاشی کو چینی "ہندی بھائی بھائی" کہہ کر شیشے
میں اتارا تھا۔

انفرادی قرآت:- اس مرحلہ پر مدرس انفرادی طور پر پڑھائے گا اور غلط
تلفظ الفاظ کی اصلاح طالب علموں سے کرائے گا اور صحیح

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation Chandigarh Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

لب ولہجہ ذہن نشین کرانے کے لئے مشکل الفاظ کا دو تین بار مشق کرائے گا۔

تفہیم الفاظ:۔ اس مرحلہ پر مدرس مشکل الفاظ کی تشریح عام فہم اردو زبان میں کرے گا اور مشکل الفاظ کے جملے طلبہ کی مدد سے بنائے گا۔

تختہ سیاہ:۔ شدید۔۔ سخت گوپال شدید درد سے چلا رہا تھا۔

اذیت . . تکلیف پنڈت نہرو نے جیل میں بڑی اذیتیں برداشت کیں۔

خراٹے لینا۔۔ گہری نیند سونا میں جب گھر آتا ہوں تم خراٹے لیتے ہوتے ہو۔

خاموش مطالعہ:۔ اس مرحلہ پر مدرس طلبہ کو خاموش مطالعہ کرنے کے لئے کہے گا تاکہ طلبہ اقتباس کا مفہوم اچھی طرح سمجھ سکیں اور اعادہ میں پوچھے جانے والے سوالات کا جواب دے سکیں۔

اعادہ:۔ 1۔ طارق کیسے ہوش میں آیا؟

2۔ جسپا سنگ کون تھا؟

3۔ دشمنوں نے درختوں کے مختصر جھنڈے کے بیچ میں کیا جلا رکھا تھا؟

گھر کا کام:۔ "چینی ہندی بھائی بھائی" کون کہتا تھا اور وہ کیا کام کرتا تھا؟ گھر سے لکھ کر لائیے۔

لیسن پلان - 4

جماعت . . . چوتھی (چہارم)

مضمون . . . اردو نثر

موضوع . . . ہمارے پیشہ ور

تاریخ . . . 8 مئی 1992ء

توضیحات:۔ حسب دستور کمرا جماعت کا تدریسی سامان، جھاڑن، چاک، تختہ سیاہ مختلف لوگوں کے پیشوں کا چارٹ

مقاصد عام:۔ 1۔ تربیت زباندانی دینا

2۔ طلبہ میں ادبی ذوق بڑھانا

3۔ تلفظ کی درستی کرانا

4۔ ادبی ذوق بڑھانا

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation, Chandigarh. Funding by IKS-MoE-2025-Grant

5۔ ذخیرہ الفاظ بڑھانا۔

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

مقاصد خاص:۔ درسی کتاب کا سبق "ہمارے پیشہ ور" کے دو اقتباسات پڑھانا۔ نئے الفاظ کے معانی بتانا۔

سابقہ واقفیت:۔ ان بچوں نے کچھ پیشوں کے نام سنے ہیں۔

آمادگی:۔ سابقہ واقفیت کا جائزہ لینے اور موجو سبق کی طرف آمادہ کرنے کے لئے مدرس طلبہ سے چند سوالات پوچھے گا۔

ا۔ بچو! جو کپڑے آپ نے پہنے ہیں اس کو کون سیتا ہے؟ [درزی]

۲۔ ہمارے سر کے بال کون کاٹتا ہے؟ [نائی]

۳۔ مٹی کے برتن کون بناتا ہے؟ [کمہار]

۴۔ دُنیا میں سب کام ایک آدمی کر سکتا ہے؟ [جی نہیں]

۵۔ پیشہ ور سے کیا مراد ہے۔؟ جو مختلف کام کریں۔

اظہار مدعا:۔ ان سوالات کا جواب طلبہ جیسا دیں گے۔ اس کے مطابق مدرس اُن سے کہے گا۔ اچھا بچو! آج ہم "ہمارے پیشہ ور" کے بارے میں پڑھیں گے۔

نمونہ خوانی:۔ اس مرحلہ پر مدرس باآواز بلند نمونہ کے طور پر سبق کے دو اقتباسات پڑھائے گا۔ اور طلبہ کو صحیح لب ولہجہ کی طرف دھیان رکھنے کی تلقین کرے گا۔

ب۔ خط کی عبارت آسان اور عام فہم ہونی چاہیے

(ج) قلم اچھا ہونا چاہیئے۔ سطر سیدھی ہو اور ادب کا خیال ہو۔

(د) کوئی ایسی بات نہ لکھے جس سے مکتوب الیہ (جس کے نام خط لکھا جائے) ناراض ہو۔ ر۔ تلفظ اور ہجو کا خاص خیال رکھیئے۔

اس لکھے ہوئے خط کو ایک بار پڑھ لینا چاہیے تاکہ کوئی لفظ لکھنے سے رہ نہ گیا ہو۔ (ص) لفافہ یا خط کا پتا صحیح ہونا چاہیے۔

بچوں کی قوت تحریر کو بڑھانے کے لئے انھیں عرضیاں لکھنا اور خطوط لکھنا سکھایا جانا مدرس زباندانی کا اولیں فرض ہے۔ البتہ یہ کام ابتدائی تین جماعتوں میں شروع نہ کرنا چاہیئے بلکہ چوتھی جماعت کے طلبہ سے شروع کرنا چاہیئے کیونکہ وہ عرضیاں اور خطوط لکھنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ خط لکھنا [illegible] سے پہلے مدرس [illegible] کو [illegible] چاہیے کہ

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation, Chandigarh.Funding by IKS-MoE 2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

بچوں کو خط کے مختلف اجزاء سے جو کہ حسب ذیل ہیں۔

1۔ مقام جہاں سے خط بھیجا جائے۔ گاؤں، قصبہ، گلی، شہر وغیرہ کا نام یعنی پتا سب سے اوپر دائیں کونے میں لکھنا چاہیے۔

2۔ پتا مقام کے عین نیچے خط لکھنے کی تاریخ لکھی جانی چاہیئے۔

3۔ تاریخ کے نیچے اور بائیں طرف کاغذ کے شروع میں مکتوب الیہ سے مناسب القاب و الفاظ کے ساتھ خطاب کیا جائے۔ جیسے اُستاد کو سلام عقیدت، پرنام، نمسکار۔ والدہ یا والد کو سلام و نیاز یا آداب و نیاز یا پرنام چھوٹا بھائی کو خوش رہو یا تسلیم اور اسی طرح دوست کو ست سری اکال یا اسلام علیکم یا نمستے وغیرہ

4۔ آخر میں لکھنے والا اپنا نام لکھتا ہے۔ 5۔ اس کے بعد لکھنے والا اپنا مطلب بیان کرے۔

مدرس طلبہ سے چھوٹے چھوٹے قسم کے خطوط لکھوائے اور ان کو یہ بھی بتائیے کہ درخواست کس طرح سے لکھی جاتی ہے۔ اس سے بچوں میں اپنے والدین یا بھائی بہنوں کو لکھنے کا شوق پیدا ہوگا۔

مدرس ان کی غلطیاں لفظی و معنوی نکالے تاکہ وہ آئندہ غلطی نہ کر سکیں مدرس اگر تختہ سیاہ پر لکھ دیتا ہے تو بھی اُسے طلبہ کی تصحیح کرنی چاہیے اور غلطیاں لفظی اور معنوی دونوں قسم کی نکالے اور طلبہ پر ان کی وضاحت و اصلاح کرے۔

انفرادی قرآت:۔ اس مرحلہ پر مدرس انفرادی طور پر پڑھائے گا۔ اور غلط تلفظ الفاظ کی اصلاح طلبہ سے کرائے گا اور صحیح لب و لہجہ ذہن نشین کرانے کے لئے مشکل الفاظ کا دو تین بار مشق کرائے گا۔

تختہ سیاہ:۔ اس مرحلہ پر مدرس مشکل الفاظ کے معنی طلبہ کو لکھ کر بتائے گا۔

پیشہ . . . . کام فن۔

پیشہ ور کسی کام کا کرنے والا۔

لین دین . . . حساب کتاب۔ لینا دینا۔

اعادہ:۔ اس مرحلہ پر مدرس طلبہ سے خالی جگہیں پُر کروائے گا۔

1. . . . . کا کام کپڑے دھونا ہے۔

2. . . . . کا کام کپڑے سینا ہے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

3۔ جوتے بنانے کا کام . . . . کا ہے ۔
4۔ بال کاٹنے کا کام . . . . کا ہے ۔
5۔ . . . طرح طرح کے کھانا پکاتا ہے ۔

گھر کا کام :۔ کام کے لحاظ سے مختلف پیشوں کے نام لکھیے ۔

خطوط نویسی

وہ تحریر اپنا مطلب یا حال ظاہر کرنے کے لیے ایک دوسرے کو لکھی جائے اُسے خط دکتابت کہتے ہیں۔ خط و کتابت کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ روزمرہ یا نجی خطوط (ب) سرکاری خط و کتابت یا درخواست نگاری۔

(د) تجارتی یا کاروباری خطوط۔

روزمرہ کی خط و کتابت میں استاد۔ مُرشد۔ والد۔ والدہ۔ بھائی بہن دوست تاجر کتب۔ اخبار کا منیجر دعوت نامے وغیرہ شامل ہیں جب کہ سرکاری خط و کتابت میں درخواست سرکلر رپورٹ۔ وارنٹ۔ استغاثہ۔ سمن اپیل وغیرہ شامل ہیں اور تجارتی خطوط میں بینک۔ بل۔ رسید۔ ہنڈی بلٹی وغیرہ اس کے علاوہ دُکاندار تاجر سوداگر ساہوکار بیوپاری لوگ باہمی لین دین خرید و فروخت اور حساب کتاب کے لئے ایک دوسرے کو لکھتے ہیں:

ہدایات :۔ مندرجہ ذیل ہدایات پر غور کرنا ضروری ہے ۔

۱۔ خط میں کوئی فضول بات نہ لکھیے ۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

ڈراما کی تدریس

اُردو ڈراما ایک غیر ملکی پودا ہے جو سرزمین اردو پر اُنیسویں صدی کے وسط میں نصب کیا گیا اور اب خوب جڑ پکڑ گیا اور نہایت تندرست اور تنومند بن گیا ہے۔

ڈراما یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں کر کے دِکھانا، گویا اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اسٹیج پر کر کے دکھایا جائے یہی وجہ ہے کہ ڈراما اور اسٹیج کو ہمیشہ لازم و ملزوم سمجھا گیا ہے چونکہ ڈراما اسٹیج پر پیش کرنے کے لئے لکھا جاتا ہے اس لئے ڈرامانگار کو طوالت کا خیال رکھنا پڑتا ہے اگر ڈراما طویل ہو تو دیکھنے والوں کی دِل چسپی برقرار نہیں رہتی ڈراما کے مختلف حصوں کو ایک دوسرے سے اِس طرح مربوط کرنا کہ دیکھنے والوں کی دِل چسپی شروع سے آخر تک برقرار رہے ڈرامانگاری کا کمال ہے۔

چوں کہ ڈراما اسٹیج کے لئے لکھا جاتا ہے اس لئے اسٹیج کی سجاوٹ، روشنی، وقت موسیقی وغیرہ کا خاص خیال رکھا جاتا ہے اس کے علاوہ اچھا پلاٹ اچھی کردار نگاری، زندگی کی عکاسی دِل چسپی مکالموں کی برجستگی اور ڈرامے کا مجموعی تاثر سبھی چیزیں ڈرامے کو کامیاب یا ناکامیاب بناتی ہیں۔

اُردو میں ڈرامے کی ابتدا سے پہلے سوانگ، نقلوں، رہس اور جلسوں کا رواج تھا۔ مثنوی اور واسوخت خوانی اور داستان سرائی کی محفلیں بھی تفریح کا سامان فراہم کرتی تھیں واجد علی شاہ نے "رادھا کنہیا" کے نام سے ایک اوپیرا لکھا جس کو شاہی اسٹیج پر پیش کیا گیا۔ ڈاکٹر عبدالعلیم نامی نے گوپی چند جالندھر کو پہلا ڈرامہ کہا ہے چونکہ یہ دستیاب نہیں ہو سکا اس لئے اس کی اولیت مشکوک ہے۔

ابتدائی دور میں ڈرامے کی نثر کی بجائے نظم میں لکھے جاتے تھے مثلاً واجد علی شاہ والی کے عہد اودھ کے حکومت میں جتنے بھی ڈرامے لکھے اور اسٹیج پر پیش کئے گئے وہ سب نظم میں ہی لکھے گئے۔

آہستہ آہستہ انگریزی ڈراموں سے واقفیت اور غیر ملکی ڈراموں کے ترجموں میں اُردو دُنیا ڈرامے کی صحیح ٹیکنیک سے واقف ہو گئی۔

اُردو ڈرامے میں مقصدیت آگئی اس سلسلے میں شرر کا شہید وفا، ڈرس و جاپان از ظفر علی خان، زود پشیمان از عبدالماجد دریا آبادی اور پردہ غفلت

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

از ڈاکٹر عابد حسین ممتاز دلامے قابل ذکر ہیں۔

امتیاز علی تاج کا ڈراما "انار کلی" اردو کا کامیاب ترین ڈراما ہے
کی تکنیک، مقصدیت اور ادبیت کے ہر پہلو سے ممتاز ہے۔ ڈرامے میں ارتقا
پسند تحریک کے دور میں آیا۔ ترقی پسندوں نے جہاں افسانوں نظموں اور ناولوں
میں کامیاب تخلیقات پیش کیں وہاں بہت سے اچھے ڈرامے بھی لکھے سجاد ظہیر کا ڈراما
جہاں کا "عورت" احمد علی کا "آزادی" اور عابد گلزار کا "ڈاکٹر" مشہور ڈرامے ہیں۔

اردو کا سب سے پہلا ڈراما "اندر سبھا" (1852ء) ہے۔ جیسے امانت
اور ڈراما نگاروں میں آغا حشر کاشمیری کا درجہ بلند ہے۔ آغا حشر کاشمیری کو اردو
کا "مارلو" کہتے ہیں۔ احسن لکھنوی نے شکسپیر کے کئی ڈراموں کا اردو میں ترجمہ کیا۔ مرزا
ناحق، شہید وفا اور دلفروش شیکسپیر کے مشہور ڈراموں ہملٹ، اتھیلو اور مرچنٹ آف
وینس کے ترجمے ہیں۔

مکالمہ اپنی اہمیت کے اعتبار سے ڈراما کی روح ہوتا ہے۔ پلاٹ، تشکیل کرد
اور اپنے مقصد کو موثر طریقے سے پیش کرتے ہیں ڈراما نگار مکالمہ ہی سے کام لیتا
جیسے جیسے ڈراما عام زندگی سے قریب ہوتا گیا اس کے مکالموں میں بھی فطری سادگی
گئی اور نثر کا استعمال بڑھتا گیا۔ کرشن چندر عصمت اور بیدی نے بھی کامیاب ڈرا
کرشن چندر نے سرائے کے باہر، دروازے کھول دو" اور "حجامت" جیسے ڈرامے لکھے
احمد عباس نے "یہ امرت ہے"، منٹو نے "اس منجدھار میں"، اپندر ناتھ
نے "قید حیات"، "شکاری" اور "جونک" جیسے ڈرامے لکھے۔ حیات اللہ انصاری کا ڈرا
بھوت گھر مزاحیہ ڈراموں میں کامیاب رہا۔ کرتار سنگھ دگل نے "جو تنکے ٹکڑے ا
سرن شرما نے "دشمن" اور ڈاکٹر محمد حسن نے "پیسہ اور پرچھائیاں"، "محل
ریہرسل اور ضحاک" جیسے ڈرامے لکھ کر اردو زبان کو مالا مال کر دیا۔

اردو ڈراما کے عناصر خمسہ:-

عبداللہ یوسف علی آئی سی ایس نے اپنے ایک فاضلانہ مضمون میں اردو ڈرامہ
ترکیبی حسب ذیل قائم کیے ہیں۔

1- قدیم سنسکرت ڈرامہ

2- اہل ہنود کے خالص مذہبی ناٹک یا مرکھیل یلے اور دیوتاؤں اور دیویوں
سوانگ نوٹنکی، نقلیں وغیرہ۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

...می نظمیں اور قدیم روایات
...موجودہ کا انگریزی ڈرامہ اور یورپین اسٹیج کی ترقیاں۔
...کی تدریس:۔
...تدریس کے مقاصد حسب ذیل ہیں۔
...سبق کو ڈراما کی شکل میں دیکھتے ہیں یا سنتے ہیں تو بہت سے الفاظ اور
...ت کا مطلب خود بخود سمجھ لیتے ہیں۔
...یں ہونا رونا ہنسنے ناک بھوں چڑھانے اور نفرت یا ہمدردی وغیرہ کے جذبات فعال
...سیکھ لیتے ہیں اور ان کی نشوونما میں اضافہ ہوتا ہے۔
...کو اپنے خیالات روانی سے ظاہر کرنے اور آزادانہ طور پر بولنے کی مشق ہوتی ہے۔ ان مشقوں
...ولت طلبہ حاضر جواب بن جاتے ہیں۔
...کے مقررانہ جوہر کھل جاتے ہیں اور وہ اپنے اندر ایک وجدانی مسرت اور خود اعتمادی
...ی شخصیت کو جلوا کے قابل بنا سکتے ہیں۔
...کے خاموش جذبات میں حرکت اور زندگی میں شگفتگی پیدا ہوتی ہے۔
...یہ کئی جگہوں پر معلم کی مدد لیے بغیر خود بخود کام کرنے (کردار ادا) کے مواقع حاصل کرلیتے ہیں
...یہ کے خیالات میں نکھار اور اندازہ بیان میں جوش ابھار آجاتا ہے۔
...لبہ تعمیری کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔
...یہ میں ایثار، خود اعتمادی، خودداری، فرض شناسی، رحمدلی، اور خوش خلقی کے
...پیدا ہوجاتے ہیں۔ ان کی بدولت وہ اپنی سیرت و کردار کی تعمیر کرسکتے ہیں۔
...رما کی تدریس مضمون گوئی، زبانی بات چیت اور مکالمہ گوئی میں نہایت اہم حصہ ادا کرتی ہے
...ی تدریس تعلیم زبان میں اہم رول ادا کرتی ہے طلبہ میں ذوق، دل چسپی لگن توجہ
ان میں باہمی
...عت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے انھیں بات چیت کا سلیقہ آتا ہے۔
...ی قوموں کی نشوونما ہوتی ہے بنا بریں مختلف جماعتوں میں ڈراما کی تدریس کے مقاصد بہت زیادہ ہیں

...ما کی تعلیم:-

ڈراما لکھنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس کو اسٹیج پر کر کے دکھایا جائے
...ے ڈرامہ کی تدریس میں ڈراما کی بلند خوانی اور تمثیل التشبیہ دینا بڑی اہمیت رکھتے
...مدرس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ڈرامے خاموشی کے ساتھ پڑھنے کے لئے نہیں ہوتے۔
...بلند آواز سے پڑھا جائے اور ان کی تمثیل کی جائے۔ کمرہ جماعت میں بقدر امکان

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

تمثیل فضا، پیدا کر کے ڈراما طلبہ سے پڑھوایا جائے اور اس کی اداکاری کرائی جا
تاکہ طلبہ ڈراما کا مدعا واضح ہو جائے اور وہ مقصد حاصل ہو جس کے لیے ڈراما
نگار نے ڈراما لکھا ہے۔

طریقہ تدریس ڈراما:۔

ڈرامہ کے تدریس کے مندرجہ ذیل اقدام اُٹھانے چاہیئے۔

ا۔ تمہید (2) استحضار (3) بحث و مباحثہ (4) انطباق۔

تمہید:۔ اس کے ذریعہ ایسا سماں باندھ دینا کہ طلبا کا تخیل اس دنیا تک پرواز کر سکے
جس دنیا میں ڈراما کے واقعات ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ قابل مدرس کا کمال ہے ڈراموں
کا پس منظر اور غیر مانوس خیالات کی اس طرح وضاحت کرنی چاہیئے کہ طلبہ ڈراما کا ماحول
سمجھ جائیں اکثر ڈراما نویس پس منظر پر زیادہ زور نہیں دیتے حالانکہ ڈراما کو سمجھنے
اور لطف اندوز ہونے کے لئے اس سے بہتر کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہو سکتا۔

استحضار:۔ اس میں زبانی بات چیت، مدرس کی پہلی ڈراما خوانی دوسری ڈراما خوانی
طلبہ کی پہلی ڈراما خوانی طلبہ کی دوسری ڈراما خوانی الفاظ کی معانی اور خاموش مطالعہ
اس مرحلہ میں مدرس کو تمام باتوں کو (زبانی بات چیت پہلی ڈراما خوانی دوسری ڈراما
خوانی طلبہ کی پہلی ڈراما خوانی، دوسری ڈراما خوانی) مدنظر رکھکر نمونا کی ڈراما خوانی
کرنی چاہیئے

مدرس کا اولین فرض کہ ڈراما کی تدریس کے لئے طلبہ کو ڈراما پہلے منظر کے لحاظ سے پھر
ایکٹ کے لحاظ سے پڑھنا چاہیئے اس طرح منظر کے بعد منظر اور ایکٹ کے بعد ایکٹ پڑھوا کر ڈراما
ختم کروانا چاہیئے ڈراما کے منظر اور ایکٹوں کا الگ الگ خلاصہ لکھوانا نہایت مفید طلبہ کے لیے
ہوگا۔ مدرس کو چاہیئے کہ ایک ایکٹ ختم ہونے کے بعد طلبہ سے اُس ایکٹ کا خلاصہ لکھوائے جو
مدرس نے ان کو پڑھایا ہو۔

بحث و مباحثہ:۔ ڈراما خوانی کے بعد مدرس کو چاہیئے کہ وہ طلبہ سے ڈراما پر اپنی رائے
ظاہر کرنے کے لئے کہے یا خود مدرس ڈرامے کے پلاٹ کرداروں وغیرہ کے متعلق طلبہ سے سوالات کرے
اگر ڈراما کی تدریس بہتر طریقہ پر ہوتی ہے تو طلبہ ڈراما پر بحث و مباحثہ پر بڑی دلچسپی
سے حصہ لیں گے مدرس کو چاہیئے کہ بحث و مباحثہ کے وقت طلبہ کی صحیح رہنمائی اور حوصلہ
افزائی کرے تاکہ طلبہ ڈراما کو اچھی طرح سمجھنے کے قابل ہو جائیں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation, Chandigarh. Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

انطباق (باہم ملنا)

ڈراما کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ کرکے دکھایا جائے اس لیے مدرس کو کوشش یہ کرنی چاہیے کہ طلبہ ڈراما کی تمثیل کریں۔ مدرس کو ایسے کئی مواقع ملتے ہیں جن موقعوں پر وہ ڈراما کی تمثیل کرا سکتا ہے۔ مثلاً یوم آزادی یوم جمہوریہ یا اسکول کا سالانہ جلسہ ان تقاریب میں تمثیل سے دوہرا فائدہ ہوگا ایک طرف تو ڈراما کی پڑھائی کا مدعا پورا ہو جائے گا اور دوسری طرف مدرسہ کے وقار میں بھی اضافہ ہوگا۔

مدرسہ کو چاہیے کہ وہ طلبہ کو ہدایت کرے کہ ڈراما نگار نے ڈراما میں جو نئے الفاظ محاورے، تشبیہات واستعارات استعمال کئے ہیں ان کو بیاضوں پر لکھے اور روزمرہ کی گفتگو میں ان کا استعمال کریں تاکہ ان کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہو اور وہ معیاری زبان بولنے اور لکھنے کے قابل بن جائیں۔

اچھا مدرس اچھی طرح جانتا ہے کہ ڈراما بچے کی ذہنی اور جذباتی واخلاقی نشوونما میں اہم حصہ ادا کرتا ہے۔ اس کے ذریعے بچے لباس ادا نفاست انداز کلام اور موسیقی سے واقف ہو جاتے ہیں ڈراما کی تربیت ابتدا سے ہی اسکول میں شروع ہونی چاہیے۔ کہانیوں لوک ناچ لوک گیت یا تاریخی کرداروں کو ڈرامائی صورت ہے اسٹیج بنانا کپڑے بنانا زبانی یاد کرکے بولنا ہر وقت ضروری نہیں بلکہ عام حالات میں اسکول کا کمرا اسٹیج کا کام دے سکتا ہے مدرس جانتا ہے کہ ایک خوش الحان بچہ اپنی نظم گا کر جماعت کی ساری فضا پر چھا جاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اُردو میں ڈراما نگاری کی کافی ترقی ہوئی ہے مگر اتنی ترقی نہیں ہو سکی جتنی اُردو افسانے اور ناول میں ہوئی ہے ڈراما زندگی کی نقالی ہی نہیں بلکہ زندگی کی ضرورت بھی ہے بہت سی باتیں جو ہم بھول جاتے ہیں وہ ڈرامے کے ذریعے ہمیں یاد کروائی جاتی ہیں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

تقریری کلام یا بول چال

زبان پڑھانے کے افادی مقاصد چار ہیں۔ (ا) سننا اور سمجھنا (ب) بولنا (ج) پڑھنا اور (د) لکھنا۔ ان چاروں کا آپس میں گہرا اور نزدیک کا تعلق ہے۔ اگر ان میں سے ایک کو نکال دیا جائے تو تعلیم کا سارا کام غضب ہو جاتا ہے۔ ان کا آپس میں نہ صرف تعلق ہی ہے بلکہ ایک دوسرے کی مدد بھی کرتے ہیں۔ بول چال کا کام کسی بھی زبان کی تعلیم کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے لکھنا اور پڑھنا تو تھوڑے ہی عرصہ سے وجود میں آیا ہے جب کہ اس سے قبل انسان صرف بول چال کے ذریعے ہی اپنا کام سرانجام دیتا تھا۔

انسان جتنا سوچتا ہے اتنا وہ لکھ نہیں سکتا اور اگر لکھنے کی کوشش بھی کرے تو اس کے خیالات کا تسلسل ٹوٹ بھی سکتا ہے یہ خیال صرف تقریری کام تک ہی محدود رہتے ہیں۔ انسان زندگی میں زیادہ کام بول چال کر کے ہی کرتا ہے تحریری کام دفاتر یا پڑھائی تک محدود رہتے ہیں۔

ایک مصنف نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ "مدرسہ کی پڑھائی کے آخری سال تک بھی تقریری یا بول چال کی مشق تحریری تخلیق سے کئی گنا زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔"

حسب ذیل پہلو سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ تقریری کی اہمیت کیا ہے؟

1- انسان ایک سماجی جانور ہے اور اپنا کام زیادہ تر بول چال کے ذریعے ہی چلاتا ہے وہ اپنے دل کا اظہار بھی اس سے بخوبی کر سکتا ہے کیونکہ ہر بات تحریر کرنا ناممکن ہے اور اس کے لئے وقت بھی زیادہ درکار ہوتا ہے۔ ہر شخص پڑھا لکھا نہیں ہوتا ہے اس لئے بول چال کا ہی سہارا لینا پڑتا ہے۔

2- بول چال سے انسان زیادہ متاثر ہوتا ہے بڑے بڑے مقابلے کے امتحانات مثلاً I.P.S اور I.A.S وغیرہ میں بول چال پر بھی زور دیا جاتا ہے۔

3- روزمرہ کے کاروبار لین دین میں بول چال سے ہی کام لیا جاتا ہے۔ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں ناخواندوں کی تعداد زیادہ ہے۔ بول چال سے ہی کام چلتے ہیں

4- تختہ لوحی جماعتوں میں بول چال کا بول بالا ہوتا ہے یہاں رٹے ہوئے نظم بول چال سے طلبہ جلدی ذہن نشین کر لیتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو تکیہ تمہید بھی تو بول چال دوسرا نام ہی ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

5۔ طلبہ میں بول چال کے ذریعے ہی دلچسپی پیدا کی جاتی ہے اور بعد میں انہیں پڑھنا لکھنا سکھایا جاتا ہے۔ عملی صورت میں زبان کا تعلق ہاتھوں اور آنکھوں سے ہی نہیں ہوتا بلکہ کانوں اور زبان سے (جیبھ) زیادہ ہوتا ہے۔

6۔ بول چال سے شخصیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

7۔ اگر درست لکھنا ضروری ہے تو درست بول زیادہ ضروری ہے۔ مدرس طلبہ کے تلفظ کو درست کرنے میں مدد گار ثابت ہو سکتا ہے۔

8۔ ایک اچھا مقرر ملک اور قوم کی قسمت کو بدلنے میں اچھا کام سرانجام دے سکتا ہے تقریر کرنا ایک ہنر ہے مقرر اپنی تقریر سے لوگوں کو اپنے پیچھے لگا لیتا ہے۔ بول چال کے ذریعے عوام میں حب الوطنی کا جذبہ پیدا کیا جاتا ہے۔

9۔ بول چال سے طلبہ میں روانگی اور لگاتار بولنے کی عادت پیدا ہوتی ہے مدرس کو اپنے خیالات طلبہ پر ٹھونسنے نہیں چاہئے بلکہ انہیں اپنے خیالات کا اظہار کرنے کی تربیت دینی چاہئے۔

10۔ روزمرہ کی زندگی اور سماجی زندگی کے لئے بول چال کی اہمیت زیادہ ہے مدرسہ طلبہ لٹریری تربیت دینے کا مرکز ہے۔ اور مدرس ان کو تیار کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

11۔ سیاسی اور اقتصادی زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے بول چال کا بڑا ہاتھ ہے۔

12۔ بول چال کے ذریعے اچھے رہنما محب الوطن سیاستدان اور اچھے شہری مدرس کی مدد اور تربیت سے بن سکتے ہیں۔

بول چال کے مقاصد:۔ بول چال کے مقاصد حسب ذیل ہیں۔

بول چال کے سلامت اور روانگی پیدا ہوتی ہے۔ مدرس طلبہ کو بولنے کی عادت ڈالنے کے لئے مواقع فراہم کریں جس سے طلبہ اچھے مقرر بن سکیں گے۔

2۔ جو آدمی اپنے خیالات کا اظہار نہیں کر پاتا وہ دوسروں کو اپنے دکھ سکھ میں شامل نہیں کر سکتا۔ بول چال اپنے آپ کو ظاہر کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

3۔ بول چال سے طلبہ کی جھجک، ہچکچاہٹ اور شرم دور ہوتی ہے۔

4۔ بول چال کے ذریعے دوسروں کے دلوں میں جگہ پیدا کی جا سکتی ہے اگر بول چال پر اثر ہو تو سماج میں عزت اور قدر ملتی ہے۔

5۔ بولنے اور سننے سے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوتا ہے اور دوسروں کو سنتے ہوئے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation Chandigarh Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

الفاظ کو صحیح ڈھنگ سے استعمال کرنے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔

۶۔ بول چال کے ذریعے تخیلات کو تربیت ملتی ہے۔

بول چال کے اصول:۔ بول چال ایک ہنر ہے۔ خیالات جب تک انسانی دماغ میں پڑے پڑے گردش لیے رہے ہاں دوسروں کے لئے کارآمد نہیں بن سکتے اور جب تک وہ تقریر یا تحریر کا جامہ پہن نہ لیں، ان کی اہمیت اور قدر و قیمت کا اندازا نہیں لگایا جا سکتا ایک مقرر کسی اجتماع پر اپنی قابلیت کا سکہ بول چال ہی کے ذریعے بٹھاتا ہے ہر چیز کے چند اصول ہوتے ہیں اسی طرح بول چال کے اصول حسب ذیل ہیں۔

آزادانہ ماحول:۔ اسکول کو بچہ جیل اور استاد کو جیلر مانتا ہے اور خود کو قیدی سمجھتا کیونکہ اس کے دل میں خوف اور دہشت پیدا ہوتی رہتی ہے اس کو وہ ماحول نہیں ملتا جو اس کو گھر میں ملتا ہے اور اس کی بول چال میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ مدرس اس کو آزادانہ ماحول دے سکتا ہے جس سے اس کے اندر کا خوف دور ہو سکے۔ مدرسہ میں آزادانہ ماحول پیدا کرنا مدرس کے ہاتھ میں ہے اس کے جذبات کو چھڑی سے نہ روکا جائے بلکہ اس کی جھجھک اور شرم کو دور کر کے اسے بول چال کے لئے موقع فراہم کئے جائیں تاکہ وہ اپنے خیالات و زبان کا اظہار اس طرح کر سکے جیسے وہ گھر میں ماں یا اپنے ساتھیوں کے ساتھ کرتا ہے اس سے اس کی ذہنی قوت میں اضافہ ہوگا۔ اگر مدرسہ میں آزادانہ ماحول ہوگا تو طلبہ خوشی محسوس کریں گے۔ اس کے لئے مدرس کا ہنس مکھ ہونا ضروری ہے جس سے ایک طرف مدرس طلبہ میں ہر دل عزیز بنے گا۔ تو دوسری طرف طلبہ اپنے فرائض اچھی طرح نبھا سکیں گے۔

طلبہ کا تلفظ:۔ عموماً سرکاری اسکولوں میں جغرافیائی اور ماحول کا اثر ہوتا ہے مثلاً کرسی کو کراہی اور خوش کو خوس وغیرہ بولتے ہیں بول چال اور تقریر کے فن میں مہارت حاصل کرنے کے لئے تلفظ کی درستی نہایت ضروری ہے ایک مدرس کا تلفظ ٹھیک ہونا چاہیئے تاکہ آنے والی نسلیں بھی اس زبان کا تلفظ درست استعمال کریں اور زبان میں جان بنی رہے۔

طلبہ کو مشق کے مواقع فراہم کرنا:۔ مدرس خود نمونہ بنے اور طلبہ اس کی نقل کریں ہو سکے تو مدرسہ میں ایک پیریڈ بول چال کے لئے مخصوص کرنا چاہیے اور مدرس کو بول چال کو ترجیح

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

دینی چاہیئے اس سے ایک طرف طلبہ کی جھجک ختم ہوگئی اور دوسری طرف اس کے تلفظ کی درستی ہوگی طلبہ کو بول چال کے زیادہ مواقع فراہم کیے جائے گئے وہ اتنے ہی اچھے مقرر بن سکیں گے یہ مشق تحتانوی جماعتوں سے ہی شروع کروانی چاہیے اسکولوں میں درس وتدریس کے علاوہ قومی یا مذہبی تہواروں یا روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے حادثات کے متعلق بول چال کا انتظام ہونا چاہیئے اس سے ان کو کافی مشق ہوسکتی ہے۔

بول چال میں مہارت پیدا کرنے کے ذرائع حسب ذیل ہیں۔

1- بات چیت کرنا
4- لطیفے اور پہیلیاں سنانا۔
2- کہانیاں سنانا اور سنانا
5- ڈراما۔
3- نظمیں سنانا اور سنانا
6- مکالمہ گوئی
7- کھیلوں یا روزمرہ کی زندگی کی اشیا کے متعلق بات چیت۔
8- تصاویر کے ذریعہ مناظر کا بیان
9- کتابوں پر تنقید
10- بحث ومباحثہ وغیرہ

بول چال میں مہارت مدرسہ کی زندگی کے بعد بھی مفید ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے بول چال میں مہارت پیدا کرنا نہایت ضروری ہے اس میں مدرس ایک اہم رول ادا کرسکتا ہے۔ مدرس صحیح زبان بولے۔ طلبہ کی رہنما کرے۔ طلبہ کی جھجک اور شرمیلا پن دور کرے، ان کی معلومات میں اضافہ کرے، الفاظ کا ذخیرہ بڑھانے میں طلبہ کی مدد کرنا طلبہ سے ہمدردانہ رویہ رکھنا بول چال کے زیادہ مواقع فراہم کرنا۔ اگر مدرس ان باتوں کی طرف دھیان دے اور طلبہ میں دلچسپی پیدا کرتے تو طلبہ ایک اچھے مقرر اور اچھے شہری بن سکتے ہیں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اُردو پڑھانے کا نصاب

CURRICLUM IN TEACHING OF URDU

نصاب مدرس کے ہاتھ میں ایک ایسا آلہ ہے جس سے وہ اپنے طالب علموں کو تعلیمی اغراض و مقاصد کے پیش نظر دوران تعلیم اسکول میں ایک خاص سانچے میں ڈھالتا ہے۔ مضمون خواہ کوئی ہو جب تک نصاب کا انتخاب بہتر طریقہ پر نہیں کیا جاتا تب تک اس مضمون کی خاطر خواہ تعلیم نہیں ہو سکتی۔

اگر مدرس زباندانی مختی ہے لیکن نصاب کا تعین سلیقہ سے نہیں کیا گیا ہے تو ایسی صورت میں تعلیم صحیح خطوط پر نہیں دی جا سکتی۔

2. اگر نصاب طلبہ کے معیار کو پیش نظر رکھتے ہوئے مرتب کیا گیا ہے لیکن مدرس زباندانی قابل اور مختی نہیں ہے تب بھی تعلیم تسلی بخش نہیں ہو سکتی۔

3. نصاب اور مدرس کی قابلیت و صلاحیت دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں

4. نصاب طلبہ کے معیار کے مطابق ہے۔

مختلف جماعتوں کے لئے اُردو کے موجودہ نصاب میں توازن نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ کسی جماعت کے نصاب میں نثر کا زیادہ حصہ ہے اور کسی میں نظم کا۔ اگر قواعد کے کچھ اسباق نصاب میں رکھے گئے ہیں تو انشاء کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

اُردو کا نصاب مرتب کرتے وقت مندرجہ ذیل باتوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

1. نصاب میں توازن قائم کرنا۔
2. نثر اور نظم کا حصہ طلبہ کے معیار کے مطابق ہونا چاہیئے۔
3. قواعد و انشاء کو بھی نصاب میں مناسب جگہ دینی چاہیئے۔
4. اس بات کا خاص خیال رکھنا ہوگا کہ طلبہ کے ذخیرہ الفاظ میں بتدریج اضافہ ہو۔
5. ہر جماعت کی درسی کتاب کے لیے نئے الفاظ کا اوسط مقرر کیا جائے۔
6. ایسے الفاظ جس میں نئے الفاظ کم استعمال ہوئے ہوں۔ درسی کتب میں پہلے رکھے جائیں
7. آسان سے مشکل کی طرف قدم بڑھائے جائیں۔
8. وہ مضامین شامل کرنے چاہیں جو تہذیب و تمدن کے تحفظ میں مدد دیں۔
9. نصاب طلبہ کی تعمیری اور تخلیقی قوتوں کی نشوونما کرے۔
10. نصاب طلبہ میں جمہوری قدریں پیدا کرے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation Chandigarh Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

نصاب تعلیمی مقاصد کے حصول میں مدد دیتا ہے۔ اس سے طلبہ کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ نصاب طالب علم کو اچھا شہری بننے میں مدد دیتا ہے۔ نصاب طلبہ کی ذہنی، جسمانی، سماجی، تمدنی، اخلاقی، روحانی و مذہبی اور پیشہ وارانہ نشو ونما کا ضامن ہوتا ہے۔

نصاب کا تعین کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیئے کہ ان مضامین کو نصاب میں پہلے جگہ دینی چاہیئے جن مضامین سے عام طور پر طلبہ زیادہ دل چسپی رکھتے ہیں۔ مثلاً ناول اور داستانوں کے اقتباسات۔ مضامین کے انتخاب کے ساتھ ساتھ مضامین کی ترتیب کا بھی خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔
طبقہ فوقانیہ کے لئے درج ذیل قسم کے مضامین نصاب میں داخل کئے جائیں تاکہ طلبہ کا ذوق سلیم بتدریج نشو ونما پاتا رہے۔

1۔ ناولوں اور داستانوں کے اقتباسات۔
2۔ مختلف مناظر سے متعلق مضامین
3۔ بہادری اور جوانمردی کے مضامین۔
4۔ اخلاقی قصے۔
5۔ مختصر افسانے۔
6۔ مختصر ڈرامے۔
7۔ مجرد مضامین مثلاً کفایت شعاری، ہمدردی، راستبازی وغیرہ۔
8۔ معلوماتی مضامین مثلاً ہوائی جہاز، ٹیلی ویژن ریڈیو وغیرہ۔
9۔ ادبی مقالوں کے اقتباسات:

چونکہ طبقہ فوقانیہ کے طلبہ کا شعور بہ نسبت طبقہ وسطانیہ کے زیادہ پختہ ہوتا ہے اس لئے طبقہ فوقانیہ کے لئے جو نصاب مرتب کیا جائے اس میں بالنسبت حکائی اور بیانیہ مضامین کے ادبی اور اخلاقی مضامین کی تعداد زیادہ ہونی چاہیئے تاکہ طلبہ میں سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت بڑھے اور ذوق سلیم کی تربیت ہو۔

نثر و نظم کی کتابیں علاحدہ علاحدہ مقرر کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ نثر و نظم کی ایک ہی کتاب ہے۔ جیسے گلستان نثر و نظم۔ اس میں پہلے نثر کے اسباق اور اس کے بعد شاعری کا حصہ ہو۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

زائد از نصاب مصروفیات

اگرچہ زائد از نصاب مصروفیات کی اصطلاح نئی ہے لیکن جہاں تک ان مصروفیات کا تعلق ہے وہ نئی نہیں ہیں۔ یہ اتنی قدیم ہیں جتنا کہ تعلیمی نظام۔ ان مصروفیات میں سے اکثر اپنی ترقی یافتہ صورت میں قدیم مدارس میں پائی جاتی رہی ہیں۔ مثلاً ڈرامے مباحثے موسیقی۔ خصوصی یوم اور عوامی تقاریب وغیرہ۔

" زائد از نصاب مصروفیات طلبہ میں مدرسہ سے دلچسپی کو بڑھاتی ہیں۔ ایسے طلبہ جو اسکول کی زائد از نصاب مصروفیات میں حصہ لیتے ہیں ان میں اجتماعی زندگی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے ان کی وجہ سے طلبہ مدرسہ سے بیزاری محسوس نہیں کرتے ان سے اُردو کی تدریس میں بڑی حد تک کام لیا جا سکتا ہے ان کی مدد سے اپنے طلبہ میں ذوق ادب پیدا کر سکتا ہے۔

بزم مشاعرہ :-

مشاعروں کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ طلبہ کو اپنی زبان کی جاذبیت و جامعیت، دلکشی و رنگینی سے واقفیت ہوتی ہے نئی نئی تشبیہوں۔ استعاروں۔ الفاظ و محاوروں کو سننے کا موقع ملتا ہے اہل زبان کی صحبت نصیب ہوتی ہے اور اس طرح طلبہ میں ذوق ادب تشکیل پاتا ہے۔

مشاعروں کی افادیت و اہمیت کے پیش نظر اعلا ثانوی مدارس میں سال میں دو چار مشاعروں کا اہتمام ضرور کرنا چاہیئے مشاعروں کا انتظام اور باقاعدگی کی خاطر ہر اعلا ثانوی مدرسہ میں ایک بزم مشاعرہ کا قیام بھی ضروری ہے۔ چوں کہ اعلا ثانوی مدارس میں اساتذہ کی تعداد کافی ہوتی ہے اس لئے ان اساتذہ میں ایک دو اساتذہ ایسے ضرور ہوتے ہیں جو شاعری کا ذوق رکھتے ہیں اور زبان و ادب کے اسی ذوق کی بدولت طلبہ میں کافی مقبول و ہر دل عزیز ہو جاتے ہیں ایسے ہی کسی باذوق، قابل اور ہر دل عزیز مدرس کو بزم مشاعرہ کا صدر بنانا چاہیے نائب صدر اور سکرٹری کا انتخاب طلبہ میں سے ہونا چاہیئے۔ مشاعروں میں مقامی اچھے شعرا کو بھی مدعا کرنا چاہیئے ان کی شرکت سے بزم کی رونق دوبالا ہو جاتی ہے۔ طلبہ کو اپنے اپنے پسندیدہ عنوانات پر نظمیں پڑھنے کی آزادی ہونی چاہیئے آداب مشاعرے کی سختی سے پابندی کی جاتی چاہیئے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

بزم ادب :-

اکثر اسکولوں میں بزم ادب " کا رواج نہیں مگر بزم ادب کا قیام طلبہ کے لئے بڑا مفید ہوتا ہے۔ کئی طلبہ تقریر کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے لیکن مضمون نویسی میں ماہر ہوتے ہیں چوں کہ بزم ادب کے جلسوں میں عام طور پر مقالے اور مضامین پڑھے جاتے ہیں۔ اس لئے طلبہ کو اپنا مافی الضمیر لکھ کر پڑھنے میں بڑی سہولت ہوتی ہے۔ اور اس لئے وہ بزم ادب کے جلسوں میں بڑے جوش و خروش سے حصہ لیتے ہیں۔ اس طرح مدرسہ میں ایک قسم کا ادبی ماحول پیدا ہو جاتی ہے بزم ادب کا اسکولوں میں قائم کرنے کا اصل مقصد بھی یہی ہے

بزم ادب کے جلسوں میں جو مضامین پڑھے جائیں ان پر بحث و مباحثہ کے لئے کامل آزادی اور وقت درکار ہے بحث و مباحثہ کی وجہ سے طلبہ کو اس قسم کی جلسوں سے دل چسپی پیدا ہوتی ہے، قوت فیصلہ کی مشق ہوتی ہے اور ذوق ادب میں نشو و نما ہوتی ہے بزم ادب کے جلسوں کو صرف مضامین اور مقالے پڑھنے کی حد تک محدود نہیں کرنا چاہئے یا پھر کسی قابل مدرس کو جو اپنی وسیع معلومات اور تجربہ کی روشنی میں طلبہ کی صحیح رہنمائی کر سکے۔

بزم تمثیل :-

ڈرامے کو اردو ادب میں ابھی وہ مقام حاصل نہیں ہوا ہے جو دوسری ترقی یافتہ زبانوں میں حاصل ہوا ہے۔ یوں تو اردو میں بہت سے ڈرامے لکھے گئے ہیں۔ اور ترجمے بھی ہوئے ہیں لیکن ان ڈراموں کا معیار یا تو بہت زیادہ پست ہے یا بہت بلند یہی وجہ ہے کہ طبقہ ثانیہ (ہائی کلاس) کے طلبہ کے لئے جو نصاب مرتب کیا جاتا ہے اس میں ڈرامے نہیں رکھے جاتے پھر بھی مدارس کی مختلف تقاریب مثلاً یوم آزادی، یوم جمہوریہ سالانہ جلسہ کے موقعوں پر جو کلچرل پروگرام پیش کئے جاتے ہیں ان میں کوئی نہ کوئی ڈراما اسٹیج پر پیش کیا جاتا ہے اور طلبہ بڑی دل چسپی سے ان ڈراموں میں حصہ لیتے ہیں اپنے پارٹوں (حصے کے کاموں) کو خوش اسلوبی سے ادا کرنے کی مقدور بھر کوشش کرتے ہیں اور اکثر و بیشتر یہ ڈرامے بڑے کامیاب ہوتے ہیں ہر اعلیٰ ثانوی مدرسہ میں ایک بزم تمثیل تشکیل دی جائے جو مدرس کی رہنمائی میں کام کرے۔ اس بزم کی طرف سے عوامی تقاریب اور دوسرے موقعوں پر اچھے ڈرامے اسٹیج پر پیش کئے جا سکتے ہیں۔

انجمن مباحثہ :-

اسکولوں میں انجمن مباحثہ کا قیام ضروری ہے اس انجمن کے قیام سے طلبہ کو اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنے کا موقع ملتا ہے اس طرح ان کی تحریر و تقریر

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation, Chandigarh. Funding by IKS-MoE-2025 Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کی صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں۔ انجمن مباحثہ کا انتظام طلبہ کے ہاتھوں میں ہونا چاہیے۔ انجمن کے مختلف عہدوں مثلاً صدر، نائب صدر، سکیرٹری وغیرہ کے لئے باقاعدہ انتخابات کرایا جانا چاہیے یہ تو ممکن نہیں کہ مدرسہ کے تمام طلبہ انجمن مباحثہ کے جلسوں میں تقاریر کر سکیں لیکن اس حقیقت سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ تقاریر سننے سے بھی طلبہ کو کافی فائدہ پہنچتا ہے۔ اس طرح جب طلبہ اپنے ساتھیوں کو تقاریر کرتے ہوئے دیکھیں گے تو ان کے دل و دماغ میں تقریر کرنے کا جذبہ موجزن ہوگا اور اس طرح مقررین طلبہ کی تعداد بتدریج بڑھتی جائے گی۔ اگر تقاریر کے لیے عنوانات آسان ہوں تو کم سن طلبہ بھی حصہ لے سکیں گے۔ بعض اوقات طلبہ موضوع سے ہٹ جاتے ہیں اس لیے مدرس کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ مدرس کا اولین فرض ہے کہ وہ طلبہ کو تقاریر کرنے کے طریقوں سے واقف کرائے۔

ایسے موضوع کا انتخاب کرنا چاہیئے جو دلچسپ ہو اور طلبہ آسانی سے معلومات فراہم کر سکیں۔ مدرس کا فرض ہے کہ طلبہ کو ہدایت دے کہ وہ کتابوں کا مطالعہ ضرور کریں اور ساتھ ہی ساتھ خود اپنی رائے کو ضرور پیش کریں۔ اس طرح اگر صحیح رہنمائی اور نگرانی میں انجمن مباحثہ کے جلسے منعقد ہوں تو ان سے اُردو کی تدریس میں خاطر خواہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اُردو کا مُعلّم

(URDU TEACHER)

مُدرس قوم کی بنیاد کا معمار ہوتا ہے
مُدرس علم کا اخلاق کا مینار ہوتا ہے
علم کی شمع دُنیا اسی کے دَم سے روشن ہے
اسی کے دَم سے عالم عالم انوار ہوتا ہے (زندہ)

مُعلّم طلبہ کے افکار میں جلا پیدا کرتا ہے، ان کے شعور کو بیدار کرتا ہے۔ ان کی عقلوں کو زندگی بخشتا ہے ان کے ادراک کو ترقی دیتا ہے وہ انھیں باطل کے مقابلے میں حق کے ہتھیاروں سے مسلح کرتا ہے۔ انھیں علم دیتا ہے تاکہ وہ جہل کا خاتمہ کریں اور تھکی ماندی روحوں کو زندگی کا پیام دیں۔ معلم طلبہ کا روحانی باپ ہے اور اس کا درجہ بہت بلند ہے۔

مشہور جرمن مُعلّم مارٹن لوتھر کا قول ہے کہ کسی قوم کی کامیابی اور سربلندی کا راز یہ نہیں ہے کہ اس کی تعداد کتنی ہے؟ اس کے قلعے کتنے مضبوط ہیں۔ بلکہ اس کا تمام انحصار اس بات پر ہے کہ اس قوم کے بیٹے علم و اخلاق کی تربیت سے کس حد تک بہرہ ور ہیں " قوم کے بیٹوں کو علم کے زیور سے آراستہ کرنے میں مدرس کا خاص ہاتھ ہوتا ہے۔

اُردو پڑھانے کا مُعلّم کیسا ہونا چاہیئے۔

1. اپنے مضمون پر عبور رکھتا ہو۔
2. دل سے پڑھائے نہ کہ ڈیوٹی بجائے۔
3. اعادہ کرانے والا ہو۔
4. لباس اور وضع سادگی کے ساتھ پاکیزگی اور وضع دار ہو۔
5. طلبہ سے برتاؤ میں عدل اور انصاف اور مساوات رکھے۔
6. خوش اخلاق ملنسار، خوش مزاج اور نرم خو ہو۔
7. طلبہ کو ایسی نصیحت کرے جس سے ان میں علم کا شوق پیدا ہو۔
8. طلبہ کو مصیبت برداشت کرنے کی عادت ڈلوائے۔
9. طلبہ کے سوالات و اعتراض کو خندہ پیشانی سے جواب دے کر انھیں مطمئن کرنے والا ہو۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

10۔ جماعت کے تمام طلبہ کے عادات و اطوار سے واقف ہو اور پوری جماعت پر نظر رکھنے والا ہو۔

11۔ کو اصول تنقید سے واقف ہونا ضروری ہے۔

معلم ذمہ داروں اور سرپرستوں کی نظر میں

1۔ قناعت پسند ہو۔
2۔ ہدایات اور مشوروں پر عمل کرنے والا ہو۔
3۔ تنقید کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے والا ہو
4۔ فرض شناس ہو۔
5۔ وقت کا پابند ہو اور طلبہ سے بھی پابندی کرائے۔
6۔ مل جل کر کام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔
7۔ طلبہ کے سرپرستوں سے رابطہ رکھنے والا ہو۔
8۔ طلبہ پر انفرادی طور پر توجہ دینے والا ہو۔
9۔ اپنے عہدے اور خدمت کا اہل ہو۔
10۔ طلبہ کے علم و عمل پر اپنی کوششوں کے اثرات سے والدین کو باخبر رکھنے والا ہے۔

معلم پبلک اور ماہرین کی نظر میں:۔

1۔ معلم مطالعہ کا ذوق رکھنے والا ہو۔
2۔ اپنے پیشہ کا احترام کرنے والا ہو۔
3۔ ہمدردی کا جذبہ رکھنے والا ہو۔
4۔ طلبہ سے فطری لگاؤ رکھنے والا ہو۔
5۔ اعلا سیرت و کردار کا مالک ہو۔
6۔ صبر و تحمل اور قوت فیصلہ رکھنے والا ہو۔
7۔ علمی لیاقت اور تدریسی صلاحیت رکھتا ہو۔
8۔ عوام کی فلاح و بہبود سے دلچسپی رکھتا ہو۔
9۔ طلبہ کی نفسیات اور طریق تعلیم سے واقفیت رکھتا ہو۔
10۔ طلبہ اور عوام کے مسائل میں شامل رہتا ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

معلم کی زبان :-

۱۔ زبان شستہ اور شائستہ ہو۔
2۔ صاف سادہ، عام فہم زبان کا استعمال کرنے والا ہو۔
3۔ غلط زبان اور ناشائستہ کلام سے معلّم کو ہمیشہ بچنا چاہیئے۔
4۔ تحتانوی جماعتوں کے طلبہ کو آسان تر زبان میں سمجھائے۔
5۔ معلم کی زبان کو معمولی صلاحیت کے لوگ بھی بخوبی سمجھ سکیں۔

معلم کی آواز

1۔ زیادہ بولنے اور فضول باتیں کرنے سے پرہیز کرے۔
2۔ آواز نہ بہت بلند نہ بہت پست بلکہ درمیان ہو۔
3۔ نرم زبان کا استعمال کرنے والا ہو۔
4۔ کرخت زبان کا استعمال نہ کرے۔
5۔ تلفظ اور مخارج کی ادائیگی درست ہو تاکہ طلبہ بخوبی سمجھ سکیں۔

مدرسہ صرف پڑھائی کا گھر نہیں ہے بلکہ شفاخانہ ہے جہاں اخلاقی اور عقلی بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ جہاں اس کی عقل اور دماغ کی کمزوریاں دور کی جاتی ہیں یہ باتیں ایک معلم کی رسکتا ہے۔ معلم پر جتنی ذمہ داریاں سماج نے ڈالی ہیں اتنی والدین نے شاید اپنے پاس نہ رکھی ہوں۔ معلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ طلبہ کی نشست و برخاست پر بھی نظر رکھے کہ کون جماعت میں مریض ہے۔ کون تندرست ہے۔ مریض کی تندرست طلبہ سے الگ بٹھائے یہ بات دیکھنے میں بڑی چھوٹی ہے لیکن اس کی اہمیت زیادہ ہے۔

معلم اُردو کے لیے ضروری ہے کہ وہ اُردو کے علاوہ دوسری زبانوں سے بھی واقفیت رکھتا ہو کسی دانشور نے خوب کہا ہے کہ کہیں زبانیں جاننے والا ایک زبان جاننے والے سے بہتر ہے۔"

معلم اردو نثر نظم پڑھانے کے علاوہ قواعد کی تعلیم کی طرف بھی توجہ دے۔ اکثر مدرسین مضمون نویسی کی طرف توجہ نہیں دیتے اور سال میں دو چار مضامین لکھواتے بھی ہیں ان کی اصلاح نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ طلبہ آسان سے آسان عنوان پر بھی طلبہ پانچ دس سطریں لکھتے ہوئے جھجھک محسوس کرتے ہیں معلم اُردو کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم پندرہ دن میں طلبہ سے ایک مضمون لکھوائے اور اصلاح کرے۔ جب تک مدرس طلبہ کے لکھے ہوئے مضامین پر اصلاح نہیں دے گا مضامین لکھوانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation, Chandigarh Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

مضمون نویسی اور اصلاح دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔

معلم اردو کا تقرر کرتے وقت شخصیت و قابلیت کے علاوہ معلم کا اردو زبان کی تعلیم وہی شخص دے سکتا ہے جسے اردو زبان و ادب سے ہمدردی و محبت ہے اور وہ اس زبان کو فروغ دینے کا دل و جان سے متمنی ہے۔

اگر معلم اپنے طلبہ میں ذوق تعلیم پیدا کرے تو حقیقی معنوں میں وہ معلم کہلانے کا مستحق ہے۔ صبر و شکر پر یقین رکھنے والا مکمل معلم ہو سکتا ہے۔ سمجھ دار معلم کا فرض ہے کہ وہ اس حقیقت سے آشنا ہو کہ بچہ کی زندگی صرف اس کے لیے نہیں ہے بل کہ پورے خاندان پوری قوم اور پورے ملک کے لئے ہے۔ معلم کو محنت، جانفشانی دلچسپی توجہ اور ذوق و شوق سے درس و تدریس کا کام سرانجام دینا چاہیے تاکہ وہ معنوں میں معلم ثابت ہو اور اس کے ہاتھوں سے لگائے پودے پھل پھول کر ملک اور قوم کو صحیح معنوں میں خدمت سرانجام دیں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

درسی کتب

اکثر ماہرین تعلیم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ طلبہ کو کتاب اسی وقت مہیا کرنی چاہیے جبکہ وہ الفاظ کو پہچاننے اور پڑھنے لگیں۔ اگر طلبہ کو ترکیبی طریقوں سے پڑھنا سکھایا جاتا ہے تو کتاب کا استعمال اس وقت کرنا مناسب ہوگا جب کہ طلبہ کو دو حرفی الفاظ پڑھنے پر قدرت حاصل ہو بر خلاف اس کے اگر تحلیلی طریقوں سے پڑھنا سکھایا جاتا ہے جن میں ابتدا لفظوں، جملوں یا قصوں سے ہوتی ہے۔ تب بھی درسی کتابوں کا اسی وقت مناسب رہے گا جب کہ طلبہ کافی لفظوں سے مانوس ہو جائیں درسی کتابوں کے استعمال کی مخالفت و موافقت میں مختلف دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ مخالفین کا کہنا ہے کہ درسی کتابوں کا استعمال کا مقصد حاصل کرنے میں مزاحم ہوتا ہے۔ ان کے خیالات ہیں:-

1۔ درسی کتب کا معیار جماعت کے طلبہ کے معیار سے مطابقت نہیں رکھتا جس جماعت کے لئے کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس لئے ایسی کتابیں طلبا کا معیار بلند کرنے میں مدد گار ثابت نہیں ہو سکتیں

2۔ پڑھائی درسی کتاب تک ہی محدود ہو جاتی ہے اور مدرس جس قسم کی تعلیم دینا چاہتا ہے وہ دے نہیں سکتا۔

3۔ درسی کتب کی وجہ سے طلبہ دوسری کتابوں میں دلچسپی نہیں لیتے اور ان کا علم صرف درسی کتب ہی کی حد تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔

تمام خامیوں کے باوجود اکثر ماہرین تعلیم کا خیال ہے کہ طلبہ کے لیے درسی کتب کا ہونا نہایت ضروری ہے۔

جو راز تیرے دل میں ہیں وہ میرے دل پہ کھول۔
تجھ میں زبان نہیں ہے تو میری زبان سے بول۔
چھوٹی سی ہے ذرا سی ہے دانا مگر ہے تو۔
بے جان بے زبان، گویا مگر ہے تو
(محروم)

درسی کتب کا ہونا ضروری ہے کیوں کہ۔

1۔ طلبہ کا شعور اس قدر پختہ نہیں ہوتا کہ وہ مختلف کتابوں کا مطالعہ کر کے معلومات یکجا کر سکیں۔

2۔ درسی کتب کی عدم موجودگی میں طلبا زبان سیکھنے میں دقت محسوس کریں گے ان کی وجہ سے وہ زبان جلد سے جلد سیکھنے کی طرف راغب ہوتے ہیں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

3 درسی کتب کی وجہ سے طلبہ کے ذخیرہ الفاظ میں بتدریج اضافہ ہوتا ہے۔

4- درسی کتب کے ہر سبق میں طلبہ کچھ نئے الفاظ و محاوروں سے بتدریج واقف ہوتے ہیں

5- طلبہ کے ساتھ مدرس کی رہنمائی کے لیے بھی درسی کتب کا ہونا نہایت ضروری ہے۔

6- درسی کتب کی موجودگی میں ہی معائنہ کنندہ جماعت کے معیار اور کارکردگی کی جانچ کرنے کے قابل ہوتا ہے۔

7- درسی کتب کی موجودگی بنا پر ہی والدین اپنے بچوں کی تعلیمی حالت کا اندازہ کر سکتے ہیں اور اپنے بچوں کی وقتاً فوقتاً رہنمائی کر سکتے ہیں۔

8- ذہین طلبہ اگلے سبق کا بغیر مدرس کے مطالعہ کر کے اپنی معلومات میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

درسی کتب کیسی ہوں؟:-

1- درسی کتب تعصب و تنگ نظری اور فحش چیزوں سے پاک ہوں

2- درسی کتب سے اعلیٰ نصب العین اور پاکیزہ نظریات بنانے، سیرت کو سنوارنے اور خیالات کو بلند کرنے والی ہوں۔

3- درسی کتب کی زبان سلیس و بامحاورہ، طرز بیان شگفتہ اور طلبہ کے لیے دلچسپ اور قابل فہم ہوں۔

4- درسی کتب طلبہ کی عمر، نفسی کیفیات، میلانات و رجحانات اور فطری دلچسپیوں کو ملحوظ رکھ کر تیار کی گئی ہو۔

5- درسی کتب کے اسباق میں تنوع ہونا بھی ضروری ہے۔

6- درسی کتب میں نثر، نظم، مکالمے، تاریخی ادبی حکایتی اور بیانیہ اسباق کا ہونا ضروری ہے

7- ویروں اور خاکوں سے بھی بھرپور ہونی چاہیے

8- درسی کتب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہونی چاہیے کہ زبان سلیس اور بامحاورہ ہونی چاہیے تاکہ کتب کی تعلیم آسان اور پڑھنے والوں کو زبان پر جلد عبور حاصل ہو سکے۔

درسی کتب کی تیاری

درسی کتب کی تیاری کے لیے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

1- کتاب کا عنوان تمام مواد ہونا چاہیے کہ ایک طرف کی لکھائی (تحریر) دوسری طرف نظر نہ

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation Chandigarh Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

آنکھ ورنہ پڑھنے میں دقت ہو گی۔

2۔ کاغذ زیادہ چکنا اور چمکدار نہ ہونا چاہیئے کاغذ زیادہ چمکدار ہونے کی وجہ سے بینائی کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

3۔ تحتانوی مدارس کے طلبہ کے لئے جو درسی کتب شائع کی جائیں ان کا خط قدرے موٹا ہو تاکہ طلبہ باآسانی پڑھ سکیں۔

4۔ کتابوں کی جلد مضبوط ہونی چاہیے تاکہ سال بھر تک چل سکے۔

5۔ تحتانوی جماعتوں کی کتب میں اسباق کی مناسبت سے رنگین تصاویر کو شامل کرنا چاہیئے

6۔ درسی کتب کی تیاری کے وقت اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیئے کہ درسی کتب سے۔ طلبہ کا ہمیشہ نفسیاتی اور دلچسپی بنی رہے۔

7۔ نصاب میں منظور شدہ عنوانات پر حتی الامکان حاوی ہوں تاکہ باہر سے مدد لینے کی کم ضرورت پڑے۔

8۔ درسی کتب موزوں مشقوں اور طریق تعلیم وغیرہ سے متعلق ضروری ہدایت سے بھرپور ہو

9۔ درسی کتب کا مواد طلبہ کے تجربات و مشاہدات اور روزمرہ زندگی سے متعلق اور مربوط کر کے پیش کیا گیا ہو۔

10۔ درسی کتب فن کتابت کی غلطیوں سے پاک ہو اور الفاظ کی بناوٹ صحیح ہوں۔

درسی کتب کا استعمال :۔

1۔ صرف درسی کتب پڑھا دینے پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ ضروری معلومات بھی فراہم کی جائیں۔

2۔ ہر کتاب کے لیے تمام اسباق یکساں ضروری اور مفید نہیں ہوتے اس لئے درسی کتاب سبقاً سبقاً پڑھانے اور رٹوانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے

3۔ مدرس کو اپنی طرف سے بھی سوالات اور مشقیں دے کر طلبہ کو طبع آزمائی کا موقع فراہم کرنا چاہیئے۔

4۔ مشقیں اور طریق تعلیم سے متعلق ہدایات عموماً درسی کتب کی جان ہوتی ہیں۔ ان سے پورا فائدہ اُٹھانا چاہیے اور انھیں زبانی یا تحریری طور پر حل کرانے کی مدرس کو پوری کوشش کرنی چاہیئے۔

5۔ مدرس اُردو کو درسی کتب کے ساتھ مشاہدہ اور تجربہ کے ساتھ پوری توجہ دینی چاہیئے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College of Education Bantalab Jammu

درسی کتب پڑھانے کے اشارات:

1۔ تحتانوی جماعتوں کے طلبہ کو پڑھانے کے لیے توضیحات کا استعمال کرنا نہایت ضروری ہے۔ توضیحات میں سینٹنس کارڈ، الفاظ کے کارڈ، مکر کارڈ، نیپ کارڈ، کمانڈ کارڈ، لکچر کارڈ، پھولوں اور سبزیوں وغیرہ کے کارڈوں کا استعمال کرنا چاہیئے۔

2۔ مڈل یا ہائی اسکول کے طلبہ کو پڑھانے کے لئے اگر لغت کے متضاد الفاظ بناتے ہوں۔ تو مدرس ان کو اچھے ڈھنگ سے سیکھائے کہ متضاد الفاظ اسم ہی نہیں ہوتے بلکہ صفت، فعل اور دوسرے اجزائے کلام بھی ہوتے ہیں مثلاً ہنسنا رونا وغیرہ صفت کے تحت:۔ سخت نرم گرم سرد ہلکا بھاری۔ صلہ فعل کے تحت:۔ یہاں وہاں ادھر اُدھر:۔ ضمیر اشارے کے تحت:۔ یہ وہ اِس اُس

ثانوی جماعتوں میں خاموش مطالعہ کرانا از حد ضروری ہے۔ کیوں کہ طلبہ نئے لفظوں اور جملوں کو اپنے طور پر پڑھ با آواز پڑھائی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ خاموش مطالعہ طلبہ کی روزمرہ زندگی میں بھی کام آتا ہے۔ مدرس کو نمونہ خوانی انتہا یا انتظام کرنی چاہیئے اور مدرس کو نمونہ خوانی کے تمام اوصاف سے واقفیت ہونا بھی ضروری ہے۔ مدرس معلوم ہونا چاہیے کہ ترکیبی وقفہ اور کامل وقفہ کے وقت کیا کرنا چاہیئے اور سکتہ واوین وغیرہ ہوں تو اس جملے کو کس طرح پڑھانا چاہیئے۔

ثانوی مرحلہ پر درسی کتب کے مندرجہ ذیل مقاصد عام طور پر تسلیم کیئے جاتے ہیں۔

(ا) پسندیدہ ہو (ب) ذوق کی آبیاری (ج) ذہنی اور روحانی سطح پر بالیدگی کا مواجب ہو اور (د) تہذیبی ورثے میں شمولیت کے لئے آمادگی پیدا کرے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اصنافِ اُردو

غزل

غزل کے لغوی معنی ہیں عورتوں سے متعلق باتیں کرنا۔ اصطلاح میں غزل وہ صنف شاعری ہے جس میں حسن و عشق، اخلاق، فلسفہ، تصوف وغیرہ کے مضامین بیان کیے جاتے ہیں۔

غزل کا پہلا شعر جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں مطلع کہلاتا ہے اگر ایک سے زیادہ اشعار ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوں تو دوسرے شعر کو حسن مطلع کہتے ہیں اس کے بعد کے اشعار میں ہر دو مصرعوں کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہے۔ غزل کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص موزوں کرتا ہے۔ مقطع کہلاتا ہے اس کے اشعار کی تعداد کم از کم پانچ یا سات یا زیادہ اکیس ہوتی ہے۔ لیکن بعض شعرا نے اس حد سے بھی تجاوز کرتے ہوئے دو غزلے اور سہ غزلے بھی کہے ہیں۔

غزل تمام اقسام شاعری سے زیادہ مقبول رہی ہے۔ اب تک اس کا یہی انداز کار رہا ہے۔ رشید احمد صدیقی نے غزل کو اردو ادب کی آبرو بتایا ہے معنوی اعتبار سے غزل کا ہر شعر اپنی جگہ ایک اکائی ہوتا ہے۔ اور عام طور پر دوسرے اشعار سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ قدیم اور جدید شعراء کے کلام میں ایسی غزلیں بھی ملتی ہیں جو مسلسل یا قطعہ بند ہوتی ہیں۔

اردو شاعری میں غزل فارسی کی راہ سے داخل ہوئی۔ غزل کی صورت اور خصوصیات فارسی غزل سے مختلف نہیں ہیں۔ ہندوستان میں غزل گوئی کا آغاز دکن میں ہوا۔ پہلا غزل گو شاعر محمد قلی قطب شاہ تھا۔ اس کے بعد ولی دکنی حقیقی معنی میں غزل گوئی کا بانی بنا اور استاد ہے۔ دہلی میں ولی دکنی کے دیوان پہنچنے سے غزل کے فن و تکنیک میں ایک کیفیت پیدا ہوئی۔ شمال کے شعرا نے ولی سے استفادہ کیا ان میں آبرو، مضمون، حاتم اور ناجی کے نام قابل ذکر ہیں۔

اردو غزل گوئی کا ابتدائی دور ولی سے لے کر حاکم تک رہا ہے۔ اس دور میں جہاں اردو شاعری نے حیرت انگیز ترقی کی وہاں جملہ اصناف سخن کو بلندی حاصل ہوئی اور وسعت عطا ہوئی اور اردو غزل کو سب سے بڑھ کر ترقی دی گئی اور اس صنف سخن پر بہت زیادہ توجہ دی گئی اور اس میں حسن و عشق، تصوف، معرفت، اخلاقیات، مجاز وغیرہ موضوعات تمام اردو ... ہیں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اُردو غزل گوئی کا دوسرا دور مرزا سودا سے شروع ہوتا ہے اور میر تقی میر پر ختم ہوتا ہے اس دور میں میر تقی میر، درد، میر حسن، سودا اور میر خلیق بلند پایہ غزل گو شاعر ہوئے ہیں ان کے ہاتھوں اُردو غزل کو بہت ترقی ملی ہے اس دور کی غزلیں سلیس سادہ مسلسل غزلیں لکھی گئیں، میں نے اصول مرتب کئے گئے غزل کی نئی راہیں نکالی گئیں اور مختلف عنوانات پر غزلیں کہی گئیں۔ اُردو غزل گوئی کا تیسرا دور نصیر سے شروع ہو کر تسلیم پر ختم ہوتا ہے اس دور میں داغ، جلال، اور غالب، آتش، ناسخ اور امیر وغیرہ مشہور غزل گو شاعر ہوئے ہیں۔ غالب نے غزلوں کے ذریعے داغ کو چھوڑا۔ جب کہ ذوق نے محاوروں اور زردوں کا خوب موزونی سے استعمال کیا۔ آخری دور کے غزل گو شعراء میں حالی اقبال فانی جوش حسرت جگر اصغر وغیرہ ہیں۔ حالی نے غزلوں میں بجا قومی تنزل کا رونا رویا ہے۔ اقبال کی غزلوں میں بے پناہ جان زندگی اور تڑپ ہے۔ ان کے اشعار میں خودی اور خودداری کی تعلیم ہے اقبال کی غزلوں کا انداز دوسروں سے الگ ہی نہیں بلکہ غزلوں کی روایات میں تبدیلی کا بھی ترجمان ہے۔ انھوں نے مواد اور فن دونوں حیثیتوں سے غزل کو نکھارا اور مردانگی پیدا کر دی۔

انگریزی ادب اور مغربی تہذیب نے بھی غزلوں پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ عشق و محبت ہی اب غزل کی جان نہیں ہیں۔ اب تو فلسفہ زندگی، مشاہدہ کائنات اور سماج و سیاست بھی اس کے موضوعات ہیں۔ غزل ایک ہمہ گیر صنف سخن ہے۔ غزل نے نہ صرف اپنی مقبولیت میں کمی نہیں آنے دی ہے بلکہ اپنے اندر تنوع بھی پیدا کیا ہے۔

نظم

نظم کے لفظی معنی ہیں۔ موتی پرونا یا ترتیب دینا یہ عام معنی ہیں شعری اصطلاح میں اس سے مراد وہ کلام موزوں ہے جو خاص موضوع یا عنوان پر لکھا گیا ہو دور جدید میں نظم کا مفہوم بھی یہ ہے کہ۔ اس کا موضوع فطری یا نیچرل ہو برعکس غزل کے یا وہ کے جن تخیل مبالغہ اور تصنع کا زور ہوتا ہے نظم میں کوئی قدرتی نظارہ زندگی حقیقت علم و فن میں نکتہ صنعت و حرفت کی بات تاریخی سیاسی یا سماجی واقعہ بیان کیا جائے یورپ اور امریکہ میں زیادہ رواج نظم کا ہی ہے

نظیر اکبر آبادی پہلے شاعر ہیں جنھوں نے نظم کی ابتدا کی اور فطری عنوان نظمیں لکھیں اور جدید شاعری کی طرف قدم اُٹھایا ان کی مشہور نظمیں یہ ہیں بنجارہ [illegible] ککڑی بھنگ وغیرہ

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

غزل کی اصلی اور تیز تر ترقی غدر ۱۸۵۷ء کے بعد ہوئی انگریزی ادب کا خاص طور پر اس سمت میں خاطر خواہ اثر پڑا۔ اُردو نظم گوئی میں جن شعراء نے خاص حصہ لیا وہ یہ ہیں مولانا محمد حسین آزاد مولانا حالی۔ اسماعیل میرٹھی اکبر الہ آبادی اقبال مولانا ظفر علی خان احسان بن دانش۔ حفیظ جالندھری۔ چکبست۔ قاسمی فیض وغیرہ

مرثیہ

مرثیہ لفظ "رثا" سے مشتق ہے۔ رثا کے معنی رونے دھونے کے ہیں۔ اصطلاح شاعری میں مرثیہ اس نظم کو کہتے ہیں جس میں کسی مرنے والے کی خوبیاں بیان کر کے اس کی موت پر افسوس کا اظہار کیا جائے۔ خصوصاً شہادت امام حسینؑ اور واقعات کربلا کو غم انگیز پیرائے میں بیان کرنے ہی کو مرثیہ سمجھا جاتا ہے۔ خاص طور سے اس وقت جب لفظ مرثیہ کے ساتھ کوئی لاحقہ نہ ہو جب ہم مرثیہ گو مرثیہ خواں کہتے ہیں تب بھی واقعات کربلا ذہن میں آتے ہیں۔ مرثیے شروع میں عرب میں لکھے گئے۔ عرب کے بعد ایران میں مرثیے لکھے گئے۔ ایران سے چل کر مرثیہ ہندوستان پہنچا اُردو شاعری چوں کہ فارسی شاعری کے تابع ہے۔ اس لئے اُردو میں مرثیہ بھی فارسی سے ہی آیا۔

ہندوستان میں اُردو شاعری کے ساتھ ہی مرثیہ گوئی کا آغاز بھی ہوا۔ مرثیہ کے اجزائے ترکیبی حسب ذیل ہیں۔

تمہید یا چہرہ:۔ اس میں تعریف، حمد، نعت، منقبت، اور مناجات وغیرہ تمہید کے طور پر بیان کیے جاتے ہیں۔

سراپا:۔ قد و قامت، خط و خال، اور لباس وغیرہ ہوتا ہے۔

رخصت:۔ میدان جنگ کے لیے خویش و اقارب سے رخصت لینے کا بیان ہوتا ہے۔

آمد:۔ اس میں میدان جنگ میں آنے کا بیان ہوتا ہے۔

رجز:۔ اسلاف کے کارناموں اور فن جنگ کا بیان ہوتا ہے۔

واقعات جنگ:۔ اس میں جنگ کے واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔

شہادت:۔ اس میں شہادت کے واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔

بین:۔ اس میں لاش پر خویش و اقارب کے رونے کا بیان ہوتا ہے۔

دعا:۔ اس میں شہید کے لئے دعا کی جاتی ہے۔

ابتدا میں مرثیہ بہت مختصر ہوا کرتا تھا اس کی کوئی خاص ہیئت مقرر نہیں تھی لیکن

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation Chandigarh. Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کچھ مدت کے بعد اس نے مربع کی شکل اختیار کر لی یعنی چار چار مصرعوں کا بند ہونے لگا بعد میں یہ بند چھ چھ مصرعوں کے ہونے لگے اور گویا مسدس کو مرثیے کے لئے مناسب سمجھا جانے لگا شروع میں مرثیوں میں صرف بین ہی ہوتا تھا مگر بعد میں بہت سے مضامین بھی داخل ہو گئے اور اس طرح مرثیوں نے رزمیہ شاعری کی صورت اختیار کر لی جس سے اس کا مرتبہ بڑھ گیا اور ایک مستقل صنف سخن بن گیا۔

سوداؔ نے پہلی بار اس کو ادبی رنگ عطا کیا اور اپنی جدت طبع سے مرثیہ کو ایک ادبی مقام عطا کیا۔ ابتدا کے بہت سے شاعروں نے مرثیہ گوئی کی اور اس حیثیت سے مشہور ہوئے۔ میر تقی میرؔ نے " نکات الشعرا " میں اور میر حسنؔ نے اپنے تذکرے میں ایسے شعرا کا حال لکھا ہے جو مرثیہ گو تھے انیسؔ کے ساتھ مرزا دبیرؔ نے بھی مرثیوں کو بہت ترقی دی۔ انیسؔ نے خاص طور سے مناظر قدرت اور انسانی جذبات کی ایسی سچی اور پاکیزہ عکاسی کی ہے کہ ان کی مثال دنیا کی دوسری زبانوں میں بھی شاید مل سکے عصر جدید میں ان مرثیوں میں علاوہ مختلف شعری یا سیاسی شخصیتوں کی وفات پر بھی نظم کی صورت میں خوب صورت مرثیے ملتے ہیں ان میں حالیؔ کا مرثیہ غالب " یا صفیؔ کا مرثیہ حالیؔ " اقبال کا مرثیہ " داغؔ " اور شمیم کرہانی کا مرثیہ " مہاتما گاندھی " اور چکبست کا مرثیہ " تلک " وغیرہ پر نظمیں اچھے مرثیے ہیں۔ اس صنف میں بھی کافی قابل رشک ذخیرہ موجود ہے۔

قصیدہ

قصیدہ نظم کی وہ صنف ہے جس میں کسی زندہ انسان کی تعریف کی جائے یا ہجو بیان ہو۔ قصیدہ کے لغوی معنی گاڑھے مغز کے ہیں۔ اطلاع میں شعر میں اس نظم کو کہتے ہیں جو ہم وزن وہم قافیہ اشعار پر مشتمل ہو اور جس میں کسی کی مدح یا ہجو کی گئی ہو۔

اردو شاعری میں قصیدہ نگاری فارسی سے منتقل ہو کر آئی ہے اس لئے یہاں بھی انعام و اکرام کا جذبہ ملحوظ رکھا گیا۔ لیکن جو ترقی قصیدہ گوئی کو ایران میں ہوئی وہ اردو شاعری کو نصیب کہاں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت اردو قصیدہ نگاری جنم لے رہی تھی جاگیردارانہ حکومت زوال پذیر ہو رہی تھی۔ سکون اور آرام حکمرانوں کو حاصل نہ تھا سلطنت مغلیہ کے آخری حکمران اتنی استعداد بھی نہ رکھتے تھے کہ وہ اپنے مداحوں کی بسر اوقات کا

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

انتظام کر سکیں۔ آج کل شعراء قصیدہ لکھنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔

تشبیب:۔ قصیدے کی ابتدا تشبیب سے ہوتی ہے جس میں اکثر عاشقانہ مضامین یا بہاروں کی کیفیتیں بیان کی جاتی ہیں۔

گریز۔ جب تعریف شروع ہونی ہے تو ایک یا دو شعر باہم تعلق پیدا کرنے کے لئے لاتے ہیں۔ جس کو گریز کہا جاتا ہے۔

مدح۔ قصیدے کے اس حصے میں ممدوح کی تعریف کی جاتی ہے

خاتمہ:۔ قصیدے کے اختتام پر چند اشعار لکھے جاتے ہیں جن میں ممدوح کی صحت اور سلامتی کے لئے دعا کی جاتی ہے انعام کی مانگ کی جاتی ہے

شاعر نہایت احسن طریقے پر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے۔ اردو ادب میں سودا اور ذوق کے قصیدوں کو اہمیت حاصل ہے آخر الذکر کا درجہ قصیدہ نگاری میں بلند سمجھا جاتا ہے۔

مثنوی

مثنوی کے لغوی معنی ہیں جڑواں۔ اصطلاح شاعری میں مثنوی وہ نظم ہے جس میں ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں اور ہر شعر کا قافیہ الگ الگ ہو۔ مثنوی میں کوئی تاریخی، مذہبی، عشقیہ، اخلاقی، تمدنی، معاشرتی واقعہ یا حکایت بیان کی جاتی ہے

مثنوی گوئی کا پہلا دور دکن کے ساتھ منسوب ہے اور اس دور کے مشہور شعراء زیادہ تر گولکنڈہ اور بیجاپور کے تھے۔ نصرتی۔ ابن نشاطی۔ ہاشمی۔ ولی سب نے مثنوی گوئی میں طبع آزمائی کی۔ ان مثنویوں میں ہر قسم کی عشقیہ، مذہبی رزمیہ اور بزمیہ مضامین کا بیان ملتا ہے۔

مثنوی کی سب کی سب سے اہم خصوصیات حقائق نگاری ہے چاہے اس کا موضوع کچھ بھی کیوں نہ ہو مثنوی کے اسلوب اور طرز بیان میں شعری نزاکتوں اور ادبی لطافتوں کو استعمال کرنے کی بڑی گنجائش ہے مثنوی کی آسانی اور وسعت کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ہر شعر علیحدہ ہوتا ہے اس لئے وزن اور قافیے کی پابندی نہیں ہوتی مثنوی کے لئے جس قدر چاہیں وسعت دی جا سکتی ہے۔ رزمیہ، بزمیہ، تصوف اور غلو جس قسم کے مضامین چاہیں ادا کر سکتے ہیں۔

مثنوی کا معیار کامیاب کرنے کے لئے جو ذیل امور ضروری ہیں سب سے
CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh. Funding by IKS-MoE-2025-Grant
پہلی شرط یہ ہے کہ داستان کے مرقع حسن ترتیب ہونی چاہیئے مثنوی کی دوسری

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

شرط کردار نگاری ہے چونکہ مثنوی سیکڑوں اشخاص کا ذکر آتا ہے اس لئے شاعر کا کمال ہے ہر ایک شخص کی امتیازی حیثیت قائم اور اور ہر کردار کو اصلیت کے مطابق پیش کرے۔

شمالی ہند میں نسیم نے اُردو مثنوی کو ایک نئے روپ میں پیش کیا ان کی مشہور مثنوی گلزار نسیم ہے جس نے نسیم کو اُردو ادب کی تاریخ میں اہم مقام بخشا ہے اس مثنوی کا قصہ ہندوستان کا ایک مشہور قصہ ہے جسے ہم نسیم نے دیا دہ کر دیا اس کی سب سے بڑی خوبی اس کا کمال انداز بیان ہے۔ تسلسل اور روانی ایلیں بھی کوئی کمی نہیں ہے۔ اس مثنوی کا سارا حسن اس کے اختصار پر ہے۔ نسیم کے بعد جتنی بھی مثنویاں لکھی گئیں ہیں ان میں سے تعلق کی مثنوی طلسم الفت سب سے اہم ہے لکھنو کے آخری مثنوی نگاروں میں نواب مرزا شوق سب سے زیادہ شہرت رکھتے ہیں ان کی مثنوی میں زہر عشق سب سے زیادہ موثر اور حزینہ مثنوی ہے ملکہ شوق کی مثنویوں کے بہترین اجزاء ہیں زبان کے لطف کی بدولت شوق کی مثنویاں اور ادب میں ہمیشہ زندہ رہیں گیں میر اشکوہ آبادی کی دو مثنویاں مشہور ہیں لیکن ان میں سے معراج المضامین کو زیادہ اہمیت حاصل ہے واجد علی شاہ نے بھی چار مثنویاں لکھی ہیں دہلی میں غالب اور مومن نے بھی صنف مثنوی میں قابل ذکر اد.بی اضافہ کیا امیر مینائی نے بھی مذہبی عقائد در روایات کو مثنوی کی شکل میں نظم کیا ہے داغ نے صرف ایک مثنوی فریاد داغ لکھی ہے۔ جو نہایت دلچسپ ہے زبان میں سلاست اور شعری لذتیں موجود ہیں۔

مثنوی اُردو ادب کی قدیم صنف شاعری ہے اس میں ہر قسم کے خیالات کو روانی اور تسلسل کے ساتھ ادا کیا جا سکتا ہے قدیم شعرائے ادب نے اس صنف میں طبع آزمائی کی ہے مگروہ مثنوی عام طور پر عشقیہ ہوتی تھی۔

رُباعی

رُباعی کے لغوی معنی ہیں ,, چو مصرعہ ،، اس میں چار مصرعے ہوتے ہیں یا دو شعر ہوتے ہیں۔ یہ مصرعے ہم قافیہ بھی ہو سکتے ہیں۔ عام طور پر پہلا دوسرا اور چوتھا چوتھا مصرعہ بہت زور دار ہوتا ہے۔ اصل میں چوتھے مصرعے کو ہی رباعی کہہ سکتے ہیں رباعی کے اوزان مقرر ہیں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

قدیم زمانے میں رباعی کہنے کا رواج بہت زیادہ تھا۔ کوئی شاعر ایسا نہ تھا جو رباعی نہ کہتا تھا۔ اب اس صنف کا کم ہو رہا ہے (رواج) تاہم اُردو ادب میں کافی ذخیرہ موجود ہے۔ رباعی میں عموماً عشقیہ، اخلاقی، مذہبی اور قومی مضامین نظم کئے جاتے ہیں اس دور میں بھی اقبال، مخدوم، جوش، امجد حیدرآبادی اور فراق وغیرہ نے کافی تعداد میں عمدہ قسم کی رباعیاں کہی ہیں۔ اُردو کے ہر بڑے شاعر نے رباعیاں ضرور کہی ہیں۔ مگر ان میں سب سے زیادہ کامیاب میر انیسؔ ہیں۔ عصر جدید میں رواںؔ، اناوی، امجد حیدرآبادی، جگرؔ بریلوی اور کشفی نے اس صنف سے سخن میں خاص شہرت حاصل کی ہے:

دنیا بھی عجیب سرائے فانی دیکھی۔
ہر چیز یہاں کی آنی جانی دیکھی
جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا
جو جا کے نہ آئے وہ جوانی دیکھی۔ (انیسؔ)

مُسدّس :-

مُسدّس کو ایک علاحدہ صنف کہنا مناسب نہیں یہ مسمّط کی ایک قسم ہے دراصل اُردو شاعری میں فارسی کی ہیئتی ساخت یا نظم کے بندوں میں شامل مصرعوں کی تعداد کے لحاظ سے بھی کچھ سانچے مقرر کئے گئے ہیں اور ہر ایک کو ایک نام دیا گیا ہے مقصد یہ ہے کہ شاعر اپنے موضوع کی مناسبت سے جس سانچے میں چاہے اظہار خیال کرے۔ اُردو شاعری میں سب سے زیادہ مقبولیت مُسدّس کو حاصل ہوئی۔ اس میں ہر بند چھ مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ پہلے چار مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ اس کے بعد دو مصرعے علاحدہ قافیوں میں جسے ٹیپ کہتے ہیں۔ میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ کے بہت کامیاب مرثیے مسدس ہی کی شکل میں ملتے ہیں۔ حالیؔ کی مشہور نظم "مدوجزر اسلام" بھی مسدس ہے چکبستؔ اقبالؔ اور عصر حاضر کے بہت سے شعرا نے بھی مسدس کی فارم میں نظمیں کہی ہیں۔

ناول

ناول ایک طویل داستان ہے جس میں زندگی کے مختلف تجربوں اور نظاروں کا بیان ہوتا ہے۔ ناول ادب کی ایک شاخ ہے جو ہماری زندگی کے مختلف گھتیوں

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کو سلجھانے میں مدد دیتی ہے۔ ناول کی تعریف یوں بھی کی جاتی ہے۔ کہ ایک ایسا نثری قصہ ہے جس میں صنعتی عہد کے پس منظر میں فرد اور سماج کی کش مکش دکھائی گئی ہو۔ ناول کے اجزائے ترکیبی یوں ہیں۔ (ا) قصہ (ب) پلاٹ (ج) کردار نگاری (د) جذبات نگاری (ر) مکالمہ (س) منظر نگاری (ک) ماحول (گ) طرز بیان (م) زبان

اُردو میں ناول سے پہلے داستانیں موجود تھیں مگر انگریزی علم و ادب کی آمد سے زندگی میں جو تبدیلیاں آئیں ان کا اثر اُردو ادب میں بھی ظاہر ہوا۔ بہت سی چیزیں انگریزی کی وساطت سے اُردو والوں کو معلوم ہوئیں ناول کا فن ایک مخصوص نگاہ نقطہ سے زندگی کی تصویر کشی کا فن ہے۔ تخلیق کو حقیقت کا جامہ پہنا کر اس طرح پیش کرنا کہ قصہ کی حیثیت سے اس کے تمام اجزا میں تال میل اور ہم آہنگی قائم رہتے۔

اُردو میں نذیر احمد کے ناولوں میں ناول کی خوب صورتی صحیح معنوں میں ملتی ہے اس لئے نذیر احمد کو اُردو کا پہلا ناول نگار تسلیم کیا جاتا ہے۔ 1869ء میں نذیر احمد نے "مراۃ العروس" اور "توبتہ النصوح" دو ناول لکھے۔ نذیر احمد کے بعد سرشار کا "فسانہ آزاد" بڑا مشہور ہو گیا لیکن اُردو ناول نگاروں میں شرر کے بعد رسوا اور ان کے ہم عصروں نے ناول کو زندگی سے قریب کیا۔ سجاد حسین، محمد علی طبیب، مرزا عباس حسین اور ہوش نے بہت سے ناول لکھے جن میں رسوا کا ناول "امراؤ جان" بہت مشہور ہوا۔ منشی پریم چند نے سماجی حقیقت نگاری خصوصاً دیہاتی زندگی کی ہو بہو تصویر کشی میں نام کمایا۔ ان کے ناولوں میں "پردہ مجاز"۔ "چوگانِ ہستی"۔ "گوشہ عافیت"۔ "غبن"۔ "نرملا"۔ "بازارِ حسن" اور "میدان عمل" وغیرہ ہیں منشی پریم چند کا آخری مکمل ناول "گئودان" ہے جس کو بہت شہرت ملی انھوں نے ایک ناول "منگل سوتر" بھی شروع کیا تھا جو مکمل نہیں ہو سکا۔

پریم چند اور نیاز کے بعد جن ادیبوں نے اُردو ناول کی روایات اور فن کو فروغ دیا وہ ترقی پسند ادیب ہیں۔ اُنھوں نے اُردو ناولوں کی بدلتی ہوئی زندگی اور فن کے تقاضے سے ہم آہنگ بنانے کی کوشش کی۔ ان میں سجاد ظہیر کا "لندن کی ایک رات" قاضی عبدالغفار کا "لیلےٰ کے خطوط" عصمت کا "ٹیڑھی لکیر" قرۃ العین کا ...

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کا آگ کا دریا اور میرے بھی صنم خانے کرشن چندر کا شکست اور عزیز احمد کا گریز قابل ذکر ہیں۔ سجاد ظہیر نے لندن کی ایک رات کی بدولت ناول نگاری میں اپنا ایک خاص مقام حاصل کر لیا اس ناول میں انہوں نے ہندوستانی دور کے ایک نوجوان کے دل و دماغ کی کشمکش کی کامیاب تصویر پیش کی ہے۔ کرشن چندر کا شکست اس کے بعد لکھا گیا۔ یہ بھی ایک نوجوان کے داخلی جذبات کے گرد گھومتا ہے اس ناول میں جاذبیت اور منظر کشی انتہائی بلندی پر ہے بقول عزیز احمد یہ اردو کا بہترین ناول ہے عصمت چغتائی کا ناول ٹیڑھی لکیر جدید ناولوں میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔

اردو ناول نگاری کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے یہاں ناول بکثرت لکھے گئے۔ لیکن اب معیاری اور مکمل ناولوں کی تعداد کم ہے۔ جنھیں ترقی یافتہ زبانوں کے مقابل رکھے جا سکتے ہیں۔ تاہم آزادی کے بعد اس صنف کی طرف خاص توجہ دی جا رہی ہے اور اردو کے ادیب زیادہ محنت یکسوئی اور تخلیقی محویت کے ساتھ ناول لکھ رہے ہیں اور ہر ناول نگار نے معاشرے کی ترجمانی کی ہے۔

مختصر افسانہ

اردو زبان میں مختصر افسانہ مغربی ادب کی دین ہے اور مغرب کی زبانوں میں ایک جدید ادب کی حیثیت سے انیسویں صدی کے آخر کی پیداوار ہے۔ اردو میں اس صدی کے شروع میں سب سے پہلے پریم چند نے افسانے لکھنے شروع کیے۔ یہ صنف ملک کے بدلتے ہوئے حالات، نئے خیالات اور ادب کے نئے تقاضوں کی وجہ سے وجود میں آئی۔

اردو ادب میں مختصر افسانہ کی عمر ابھی زیادہ نہیں لیکن حال ہی میں اس نے بڑی ترقی کی ہے ۱۹۳۶ء کے بعد سے افسانوں کے بہترین اچھے مضامین اور مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ جنگ عظیم سے پہلے منشی پریم چند کے سوا کوئی اول درجہ کا افسانہ نویس نہیں ہوا پریم چند نے افسانہ نگاری میں تنقید حیات پر کام کیا پریم چند ابھی کہانیاں ہی لکھ رہے تھے کہ اردو میں ادب لطیف کا دور شروع ہو گیا اور افسانے اس رنگ میں لکھے جانے کو تیار ہو گئے سجاد حیدر یلدرم لطیف الدین احمد اکبر آبادی اس رنگ میں لکھنے والوں میں پیش پیش ہیں ان کے افسانوں میں شراب اور شعر کی رنگینی اور جذبات کا سیلاب نظر آتا ہے در حقیقت ان کے افسانے ایک خاص انشا پردازی کا نمونہ ہیں جن میں زندگی کی تلخ حقیقتوں کو چھپا دیا گیا ہے گویا یہ لوگ ادب برائے زندگی کے قائل ہیں انہیں حقیقت کی عظیم اور کردار نے ارتقا سے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation, Chandigarh. Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

دل چسپی ہیں ہے انھوں نے جتنی میلانات سے سارے ادب کو جذبات کی دلدل بنا دیا ہے یہ رنگ و یرنا ہی نہیں ہے۔

مغربی افسانوں کے مطالعہ بیسویں صدی کے نتائجِ انقلابات اور منشی پریم چند نے افسانہ نگاری میں نئی نئی راہیں پیدا کیں اب افسانوں میں حقیقتیں چھلکنے لگی ہیں۔ ادیبوں میں ادب برائے زندگی کا چرچا ہونے لگا یورپ کی پڑوسی میں افسانے اور افسانوں کے ترجمے جدید رنگ میں شائع ہونے لگے ان اثرات کا نتیجہ یہ ہوا کہ پریم چند کے بعد پنڈت سدرشن اعظم کریوی حامد اللہ افسر اور پروفیسر مجیب نے کامیاب افسانے لکھے۔

۱۹۲۶ء کے بعد ادیبوں کی ایک نئی پود اضافہ نگاری کے میدان میں اس زمانہ میں آئی ترقی پسند تحریک کے زیر اثر افسانہ میں نئے رجحانات پیدا ہوئے۔ حقیقت پسندی اور حقیقت نگاری کا ایک نیا تصور عام ہوا۔ انھوں نے طبقاتی کردار اور ادب سے متاثر ہو کر اُردو اضافہ میں تحلیل نفسی کے رجحان کو فروغ دیا۔

کرشن چندر کے افسانوں میں شاعرانہ انداز تحریر کے باوجود سماجی ناانصافی اور طبقاتی جبر پر زور رہا بیدی اور ندیم کا موضوع پنجاب کے گاؤں کی سیدھی سادی لیکن دکھ بھری جذباتی زندگی ہے ملک کی تقسیم کے بعد دونوں ملکوں کو نئے مسائل کا سامنا ہوا۔ ابتدا میں کئی سال تک تقسیم اور منادات سے پیدا ہونے والے ہنگامی حالات اور نفسیات کے بارے میں کثرت سے کہانیاں لکھی گئیں۔ جدید اُردو ادب میں اضافے کو اپنے موضوعات کی وسعت فکر و نظر کی گہرائی اور فن کے تنوع کے اعتبار سے سب سے ترقی یافتہ صنف کہا جا سکتا ہے اور اُردو کے بہترین افسانوں کو عالمی ادب کے فن پاروں کے مقابل رکھا جا سکتا ہے۔ اس صدی میں جو مقبولیت اور فروغ اُردو افسانہ کو حاصل ہوا، نثر کی دوسری صنف کو حاصل نہ ہو سکا۔

داستان

جیسے جیسے انسان کی سماجی زندگی ترقی کرتی گئی اور اس کے علم و شعور کی حدیں بڑھتی گئیں۔ ویسے ویسے کہانی کا مواد اور اس کے موضوعات بھی بدلتے گئے اور وہ رفتہ رفتہ ترقی کرتی ہوئی حکایت، تمثیل، داستان اور افسانے کی منزل تک پہنچ گئی۔

داستان ایسی رومانی کہانی کو کہتے ہیں جس میں خیالی واقعات کا بیان، مافوق [illegible] عشق کی رنگین واقعات [illegible] کی [illegible] بیان کو

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation, Chandigarh. Funding by IKS-MoE 2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

لطافت ہو اور اس کا مقصد قاری کو فرحت و مسرت کا سامان فراہم کرنا ہو۔

شمالی ہندوستان میں اُردو کی پہلی اور باقاعدہ نثری داستانیں جو ہمیں ملتی ہیں وہ عطا حسین تحسین کی ”نوطرز مرصع“ ہے یہ وہی قصہ چہار درویش ہے جس کو میر اُمن نے سلیس و سادہ زبان میں باغ و بہار کے نام سے لکھا تھا اسی طرح سید انشاء اللہ خاں انشاؔ نے ”رانی کیتکی کی کہانی“ 1802ء تصنیف طبع زاد ہے۔ داستانوں میں دو طرح کے اسلوب ملتے ہیں (۱) سادہ سلیس یا محاورہ (ب) رنگین طرز۔ ”باغ و بہار“۔ ”مذہب عشق“۔ ”آرائش محفل“ ”رانی کیتکی کی کہانی“ سادہ اسلوب بیان کی مثالیں ہیں۔ ان کے برخلاف ”نوطرز مرصع“! فسانہ عجائب“، ”گل صنوبر“، ”شگوفہ محبت“۔ ”طلسم حیرت“ وغیرہ میں رنگین طرز نگارش ملتا ہے

فورٹ ولیم کالج کے بعد اس صنف کو خاص مقبولیت حاصل ہوئی اور انیسویں صدی کے آخر تک بے شمار داستانیں لکھی گئیں اُردو کی بیشتر داستانیں ترجمہ ہیں یا دوسری زبانوں سے ماخوذ ہیں۔ ان میں فکر و نظر کی وہ گہرائی نہیں جو اعلا اور خاص وصف ہے۔ داستانیں الفاظ کا ایک بحر ذخار ہیں اور اس بحر میں محاوروں، کہاوتوں تشبیہوں، استعاروں، تمثیلوں اور تراکیب کے بیش بہا جواہرات پوشیدہ ہیں اس خزانے سے حسب ذیل ضرورت اُردو کے ادیبوں نے فائدہ اُٹھایا ہے اور اُٹھاتے رہیں گے۔ داستانیں اُردو نثر کی جاگیر دارانہ دور کا سب سے بڑا عطیہ ہے۔

خاکہ

خاکہ نگاری بھی سوانح نگاری کی ایک قسم ہے اس میں بھی کسی کی شخصیت یا سیرت کی تصویریں پیش کی جاتی ہیں۔ سوانح کی حیثیت اگر ناول کی ہے تو خاکہ اس کے مقابلہ ایک مختصر افسانہ ہے۔ سوانح میں کسی کی سیرت کو اس کے عہد بر عہد حالات زندگی خارجی اثرات اور کارناموں کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے۔ جب کہ خاکہ میں اختصار اور اشاروں میں اس کی سیرت کے کچھ نقوش ابھارے جاتے ہیں جو اس کے کردار کو زندہ اور حقیقی تصور دے سکیں۔ اُردو میں فرحت اللہ بیگ، مولوی عبدالحق اور رشید احمد صدیقی نے اعلا معیار کے خاکے لکھے ہیں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

توضیحات کی اہمیت

توضیحات سے مراد ایسی چیزوں کا استعمال جن کی مدد سے ہم طلبہ کے ذہن پر اُس چیز کی صاف اور واضح صورت پیدا کر سکیں۔ ایک کامیاب مدرس بانسے بخوبی واقف ہوتا ہے کہ وہ کسی چیز کے متعلق الفاظ سے کتنی ہی وضاحت پیش کرے۔ مگر اتنی چیزیں طلبہ کی نظر سے نہیں گزار سکتا۔

توضیحات کی ضرورت تو ہر جماعت میں پڑتی ہے لیکن خاص کر تحتانوی جماعتوں کے لیے نہایت ضروری اور کارآمد ہے۔ چیزوں کے دیکھے بھالے بغیر کوئی نیا خیال طلبہ کے ذہن میں مشکل سے ہی جگہ پاتا ہے۔ توضیحات کا استعمال اس لئے بھی ضروری ہے تاکہ طلبہ کو نئے خیالات اور نئی چیزوں کا ادراک آسانی سے ہو۔ طلبہ کے ذہن میں سبق کی صحیح اشکال پیش کرنے میں صرف توضیحات ہی مدد دے سکتی ہیں اور توضیحات سے ہی طلبہ صحیح علم حاصل کر سکتے ہیں توضیحات کے دو اہم پہلو ہیں۔

ا۔ طلبہ کو سکھانے کے عمل میں توضیحات ایک مددگار کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں

ب۔ توضیحات مدرس کے لئے مقامی ضروریات کے پیش نظر مقامی مواد کے استعمال کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ تصاویر۔ ماڈل۔ تعلیمی تاش۔ فلیش کارڈ وغیرہ زیادہ مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اس لئے مدرس کو اسباق کے لیے ضروری توضیحات تیار کرنا اور استعمال کرنا لازمی فرض ہے۔

توضیحات کے فوائد:۔ توضیحات کے فوائد حسب ذیل ہیں۔

ا۔ طلبہ کی سبق میں دلچسپی آخر تک بنی رہتی ہے۔

2۔ علم حاصل کرنے کا شوق بڑھتا ہے جو دوسرے طریقوں سے مشکل ہے۔

3۔ طلبہ کی توجہ سبق کی طرف مرکوز رہتی ہے۔

4۔ طلبہ کا قوت مشاہدہ ترقی پاتا ہے۔

5۔ طلبہ کو نئے سبق سیکھنے میں آسانی ہوتی ہے۔

6۔ اُردو سبق کو زیادہ جاذب اور زیادہ پر اثر بنانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

مدرس زبان اُردو کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ توضیحات طلبہ کی ذہنی اور طبعی عمر کے مطابق ہونا ضروری ہیں۔ توضیحات میں تختہ سیاہ۔ چاک۔ ماڈل۔ مفرد اشیاء تصاویر۔ خاکے۔ تعلیمی تاش۔ فلیش کارڈ وغیرہ تحتانوی جماعتوں کے طلبہ کے لیے کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ بچوں کو رنگ دار چیزوں سے لگاؤ ہوتا ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اُردو پڑھانے کی توضیحات:-

ویسے تو ہر مضمون کو پڑھانے کے لیے توضیحات کی ضرورت پڑتی ہے۔

مگر اُردو پڑھانے کی توضیحات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ **تصاویر**:- اگر مدرس ماڈل نہ بنا سکے تو تصاویر کا استعمال اس کمی کو پورا کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ تصاویر رنگین ہوں۔ ان کا سائیز ہو اور جو جینیر اُردو مدرس کو کہانی مطلوب ہو وہ اس میں نمایاں طور پر ظاہر کی گئی ہو تاکہ طلبہ ان میں دلچسپی لیں اور سبق کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ مدرس مفید تصاویر تعلیمی کتب فروشوں سے خرید کر یا اخبارات یا رسائل سے کاٹ کر جمع کریں اور ان کے الگ الگ البم بنائیں۔ البم مضامین کے لحاظ سے بھی ترتیب دیئے جا سکتے ہیں اور چھوٹے بڑے ہونے کے ناطے میں بھی مختلف جانوروں پرندوں سبزیوں پھلوں، تاریخی عمارتوں، لباس کیڑوں، کلوڑوں اور پودوں وغیرہ طلبہ کو سمجھائے جا سکتے ہیں۔ ان میں اچھے عادات پیدا کیئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً صاف اور گندے لباس والے طلبہ کی تصویر پیش کر کے۔ خاص کر تحتانوی جماعت کے طلبہ بھی تصاویر سے یا تصویر کارڈوں کی مدد سے حروف کو جلد سمجھ لیتے ہیں ثانوی جماعت کے طلبہ بھی تصویروں کی مدد سے اپنے اسباق کو جلد سمجھ لیتے ہیں اور اچھی طرح سے ذہن میں بٹھا سکتے ہیں۔

تعلیمی تاش:- ٹین لکڑی یا گتے کے ٹکڑوں پر روغن چڑھا کر یا گلیمن اور سفید کاغذ چسپاں کر کے یا کارڈ بورڈ پر حروف تہجی یا الفاظ یا تصویر وغیرہ بنا جا سکتی ہیں، اس کی بھی طلبہ میں پڑھنے اور لفظ بنانے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ گنتی یا سادہ جمع تفریق ضرب اور تقسیم کے اعداد مطلوبہ زبان میں لکھے جاتے ہیں۔ اگر کارڈ کے ایک طرف حروف یا الفاظ کو پہچان لیتے ہیں۔ مدرس مطلوبہ الفاظ کی ڈرل پہلے گفتگو کے ذریعے پھر تعلیمی تاش یا تختہ سیاہ کی مدد سے کرا سکتا ہے۔ تحتانوی جماعتوں کے شروع میں ذخیرہ الفاظ میں روزانہ چار یا پانچ سے زیادہ اضافہ نہ کیا جائے۔

فلیش کارڈ:- یہ کارڈ کسی کہانی کسی ملک کے جغرافیہ کبھی ہسٹری یا سائنس کے کسی مسئلے کی بارے میں سلسلہ وار تصاویر پیش کرنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں تاکہ مدرس تقریری بیان میں جان پیدا ہو یہ کارڈ مدرس کے وضاحتی بیان کے اہم نکات کو زیادہ واضح کرنے میں مدد دیتے ہیں اس لیے ان کا استعمال موقعہ و محل کے مطابق ہونا چاہئے۔ مدرس کو پہلے [illegible] سبق کی

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

ترتیب دینی چاہئے اور ان نکات کو الگ کرنا چاہئے۔ جن کو وہ نمائش ... کارڈوں کا ہی سے زیادہ قابل فہم بنانا اور واضح کرنا چاہئے ایک سبق میں دس سے بارہ کارڈوں کا استعمال کرنا کافی تصویر کے ساتھ ان کارڈوں پر حرف چند وضاحتی الفاظ درج ہوں۔ کارڈ میں ایسی تصاویر رکھی جائے جو اہم نکات کی وضاحت کرسکیں۔ یہ تصاویر اخباروں رسالوں سے کاٹ سکتے ہیں اس کے علاوہ تعلیمی دکانوں سے خریدے جاسکتے ہیں یا ہوسکے تو مدرس ان کو خود بنائے۔

مدرس کے لئے کارڈوں کے بنانے اور استعمال کے متعلق چند ہدایات حسب ذیل ہیں۔

1۔ تصاویر کے کارڈوں کو سبق کے مختلف نکات کی وضاحت کی مناسبت سے ترتیب دی جائے۔

2۔ تصاویر اس حد تک سادہ ہوں تاکہ ہر طالب علم ان کو سمجھ سکے۔

3۔ تصاویر کے ساتھ حرکات کا استعمال طلبہ میں زیادہ توجہ پیدا کرتا ہے۔

4۔ بڑی تصویریں ایک طالب علم کی نظر سے گزر سکتی ہیں اور توجہ مرکز بنتے ہیں۔

5۔ تصویروں میں رنگوں کا استعمال صحیح ہونا چاہئے تاکہ دلکشی بنی رہے اور رنگ ایسے ہوں جن سے آنکھوں پر برا اثر نہ پڑے۔

6۔ کارڈوں کو موقعہ ومحل پر دکھایا جائے۔ دکھلانے کے لئے ان کو مناسب جگہ آویزاں رکھا جائے

7۔ کارڈوں یا تصویروں کو ایزل، دیوار، رسی یا تختہ سیاہ پر لٹکایا جاسکتا ہے۔

8۔ تصویروں کا صحیح استعمال گراف بورڈ / کھدر یا فلالین / پر بھی اچھی طرح کرسکتے ہیں۔ کارڈوں کی دوسری طرف ریگ مال کا ٹکڑا گوند کے ساتھ چسپاں کرکے ان تصویروں یا کارڈوں کو فلالین کے کپڑے پر بھی اچھی طرح سے لگایا جاسکتا ہے اور اتارا جاسکتا ہے۔

9۔ مطلوبہ تصاویر یا کارڈ یا اشیاء ایک ایک کرکے دکھائی جائیں۔ تصویر فلالین کے کپڑے پر لگاکر مدرس اس کے مطابق طلبہ سے بات چیت کرسکتا ہے۔

تختہ سیاہ:۔ کثرت سے استعمال ہونے والا تعلیمی وسیلہ تختہ سیاہ ہی ہے۔ ایک کامیاب اور تجربہ کار استاد اپنی سوجھ بوجھ سے وقت اور محل کے مطابق چاک اور تختہ سیاہ سے سبق سمجھانے میں کام لیتا ہے جو دیگر تعلیمی وسائل کے استعمال کے بغیر دوسروں کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ زبان دانی ہو یا حساب یعنی کہ کوئی بھی مضمون ہو۔ ایک مشکل اور غیر مانوس لفظ کو مدرس تختہ سیاہ پر ایک شکل کھینچ کر اس طرح سے سمجھا سکتا ہے جو زبانی وضاحت سے ممکن نہیں اسی طرح ہر مضمون میں ہوتا۔ حرف یا حروف بناوٹ بھی اچھی طرح سمجھائی جاسکتی ہے۔

تختہ سیاہ کا استعمال کیسے کریں:۔

تختہ سیاہ کا استعمال مدرس کو حسب ذیل باتوں کو ذہن میں

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation Chandigarh Funding by IKS-MoE-2025-Grant

رکھ کر کرنا چاہئے۔ 1۔ تختہ سیاہ کے سامنے کھڑے ہونے کی مناسب جگہ چاک کے رنگ کا استعمال

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

چاک کا ٹکڑا کس زاویہ پر پکڑے رکھیں۔ لکھے ہوئے مواد کو کس طرح مٹایا جائے۔ مدرس کو ہمیشہ سیاہ تختہ کے بائیں طرف کھڑا ہونا چاہیے اور تختہ سیاہ کا زاویہ 45 درجے کا ہو۔

2۔ تحریر، ہر لفظ مکمل لفظوں کے درمیان مناسب جگہ چھوڑنا۔ ہر لفظ تقریباً ½ 2 انچ موٹا ہو تاکہ ایک میٹر کی دوری سے دیکھا جاسکے۔

3۔ جیومیٹری کے اوزاروں کا استعمال تھرتھراہٹ اور اُلٹ پلٹ کے بغیر ہو۔

4۔ ہاتھوں سے تصویر کھینچی جائے۔

5۔ تختہ سیاہ پر تصویروں کو چسپاں کر کے ان کی نمائش کرنا۔ لکھائی صاف ستھری ہو یعنی کہ لفظ کی بناوٹ طلبہ اچھی طرح سے سمجھ پائیں۔ توضیحات میں تختہ سیاہ اور چاک (کئی رنگوں کے بھی ہو سکتے ہیں) ہی سب سے سستی اور کم قیمت والے ہیں اور جس کا استعمال ہر مدرس کرتا ہے۔ اس کے ذریعے طلبہ بھی کافی کچھ سیکھ جاتے ہیں۔ چاک اور تختہ سیاہ کم خرچ والی توضیحات ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

بچوں کے ادب کی خصوصیات

بچوں سے متعلق ادبی تخلیقات دو طرح کی ہوتی ہیں۔ نوع اول، وہ نظمیں گانے وغیرہ جو پند و نصیحت سپرد قلم کئے جاتے ہیں۔ نوع دوم وہ منظومات وغیرہ جن میں بچوں کو اپنے مشاہدات و تجربات سے ملتے ہیں۔ بچوں کے ادب کو عمر کے لحاظ سے تقسیم کیا جاتا ہے۔ 7-5 سال، 9-7 سال اور 14-12 سال کے بچوں پر مشتمل گروپ کا لفظیاتی تجزیہ کرتے ہوئے ہر گروپ کے بچوں کی پسندیدگی اور ناپسندیدگی پر ماہر تعلیم نے مشاہدات و تجربات پر مبنی نتائج اخذ کئے گئے، ہیں مغربی ممالک میں تعلیم کو دکان کی جماعتیں تشکیل دی گئی ہیں۔ ایشیا کے ممالک اس طرف ابھی مخاطب نہیں ہوتے ہیں زوسٹ فرینک (JOSETTE FRANK) نے درج ذیل نکات پیش کئے ہیں۔

1۔ بچوں کا ادب ہلکی پھلکی زبان میں ان کے اپنے ذوق و شوق کے مطابق ہونا چاہیئے۔

2۔ تھکانے والا بے مزہ کام نہ ہو۔

3۔ بچوں کی لڑکھڑاتی کاوشوں کو سہارا دینے والا ادب ہونا چاہیئے نہ کہ بچوں کی کوششوں کو دھکا دینے والا۔

4۔ لڑکے لڑکیوں کے مذاق اور جستجو کی لو تیز کرنے والا ہونا چاہیئے۔

ہیلین بلوٹز HELEN PLOTZ نے اپنی تصنیف چلڈرن اینڈ پوئٹری" (CHILDREN AND POETRY) میں درج ذیل مقاصد پر روشنی ڈالی ہے۔

1۔ بچوں کے لئے تخلیق ہوئی شاعری کو ذریعہ تفریح ہونا چاہیئے۔ اس میں حیرانی، کشش، پراسرار نئی دنیا کے متعلقات ملنا ضروری ہیں۔

2۔ کھیل کا وقت سونے کا وقت غسل کرنے کا وقت وغیرہ جیسی ضروریات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

3۔ ہنسی مذاق کی باتیں روزمرہ زندگی کے متعلق بھوت، پریت کی کہانیاں۔ ریل ہوائی جہاز وغیرہ کا ذکر ہونا چاہیئے۔

4۔ لوک کہانیاں، جانوروں اور پرندوں سے متعلق کہانیاں۔

5۔ دیس بدیس کے قصے، دور دراز، بحری و بری سفر وغیرہ۔

6۔ کھیل کود کی باتیں :- بچوں کی نظمیں ہلکی پھلکی اور ان کے دل موہ لینے والی ہونی چاہیں اور بچوں کو سرشار کرتی ہوں۔ آسان لفظیات، حسن تکرار، غنائیت وغیرہ خصوصیات سے پُر نظموں کو شامل نصاب ضرور کرنا چاہیئے۔ دیوالی (ایک غنائی فیچر) کو اسکولی تقریبات میں اپنا

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کیا جا سکتا ہے۔ کورس میں شامل بچوں کے گانے کے ساتھ ساتھ دوسرے بچے بھی گرد و پیش سے بے نیاز ہو کر غنائیہ میں شامل ہو جائیں گے۔ گرد و پیش کی زندگی، ہندو مسلم تقریبات، غیر مذہبی قصے، کہانیاں جیسے معراج النبیؐ وکرم سال دشنو اور بالی، کھیل تماشے آتش بازی وغیرہ پر محیط پس منظر اس غنائیہ کو وہ اخلاقی سطح اور کردار سازی کی بہناج دیتا ہے جو تعلیمی نقطۂ نظر سے خاصی اہم خصوصیات ہے۔

ہندوستان میں بچوں کے ادب سے غفلت برتی گئی ہے۔ بچوں کے لیے کتابیں تو تیار کی گئی مگر ان پر نگاہ استعداد نہیں ڈالی گئی۔ بچوں کے لیے کیا لکھا جائے۔ وہ کیسی شاعری پسند کرتے ہیں اور کیوں پسند کرتے ہیں۔ نیز ان کے نفسیاتی تقاضات کیا ہوتے ہیں۔ ایسے امور سے اُردو والے ہنوز مخاطب نہیں ہوئے ہیں۔ اس میں شک نے کچھ ادبا اور شعرائے اس کی طرف دھیان دیا ہے مگر جتنا ضرورت تھا اتنا نہیں دیا گیا۔

والٹس اپنی کتاب "پرنسپلس اینڈ میتھڈس آف ٹیچنگ" میں لکھتا ہے کہ "جو زبان بچے بولتے ہیں وہ روز مرہ کی زبان ہوتی ہے" اس لئے بچوں کا ادب ان کی روز مرہ کی زبان میں ہونا چاہیئے۔ بچوں کا ادب طلبہ کی عمر نفسی کیفیات، میلانات ورجحانات اور فطری دل چسپیوں کو ملحوظ رکھنے والا ہونا چاہیئے ان کے ادب میں خوش رنگ مناظر اور ضروری تصاویر کا ہونا نہایت ضروری ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اُردو کے ادیب اور شاعر

سر سید احمد خاں :-

سر سید احمد خاں 17 اکتوبر 1817ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ سر سید کی بسم اللہ کی تقریب حضرت شاہ غلام علی صاحب کے مبارک ہاتھوں سے عمل میں آئی۔ والد کے انتقال کے بعد ان کے خالو مولوی خلیل اللہ خان دہلی میں صدر امین تھے انھوں نے 1838ء میں سر سید کو کچہری میں سر رشتہ دار مقرر کر دیا۔ پھر فروری 1839ء سے کمشنری آگرہ کے دفتر میں نائب منشی ہو گئے۔ وہیں منصفی کا امتحان پاس کیا۔ دسمبر 1841ء میں منصف مین پوری مقرر ہوئے۔ اپریل 1858ء میں سر سید صدر الصدور ہو کر مراد آباد آ گئے وہاں چند کتابیں لکھیں 1860ء میں مراد آباد میں سخت قحط پڑا۔ قحط کا انتظام سر سید نے اس خوبی سے کیا کہ انسانی ہمدردی کا اس سے بہتر نمونہ ملنا مشکل ہے۔ قحط زدوں کو سرکاری امداد کے علاوہ خود سر سید کے مکان پر ہر روز ایک دیگ سالن کی اور روٹیاں محتاجوں کو تقسیم ہوتی تھیں۔

1859ء میں انھوں نے ایک فارسی مدرسہ مراد آباد میں قائم کیا۔ 1863ء میں غازی پور میں سائنٹفک سوسائٹی قائم کی اور علمی کتابیں انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کرائیں۔ 1866ء میں علی گڑھ میں سر سید نے ایک انجمن "برٹش انڈین ایسوسی ایشن" کے نام سے قائم کی۔ 1886ء میں سر سید نے "محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس" قائم کی۔ سر سید کی سب سے پہلی علمی و ادبی خدمت "سید الاخبار" میں مضمون نویسی تھی۔ انھوں نے جام جم، تحفہ حسن، آثار الصنادید، تاریخ ضلع بجنور، تصحیح آئین اکبری، تاریخ سرکشی بجنور وغیرہ کتابیں اور مضامین لکھ کر اپنے ملک و قوم کی خدمت کی۔

سر سید نے سر سید نے جو کام علی گڑھ یونیورسٹی بنانے میں کیا شاید ہی کو دوسرا ایسا سوچ سکتا۔ پنشن کے بعد 22 برس ہمہ تن قومی خدمت میں مصروف رہ کر 27 مارچ 1898ء کو 10 بجے رات علی گڑھ میں انتقال کیا اور علی گڑھ کالج میں دفن ہوئے۔ سر سید احمد ایک بلند پایہ انشاء پرداز تھے۔ وہ سادہ مگر پُر زور زبان میں لکھتے تھے۔ سلاست اور روانی ان کی نثر کی نمایاں خصوصیت ہے۔ الفاظ سے تصویر کشی خوب کرتے ہیں۔ صداقت اور جوش ان کے خاص جوہر ہیں۔ سر سید انسانی فطرت سے بخوبی آشنا تھے۔

پریم چند :- ادبی دنیا میں جس شخص کو پریم چند کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation, Chandigarh Funding by IKS-MoE 2025 Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کا اصلی نام دھنپت رائے تھا۔ ان کا جنم 31 جولائی 1880ء میں بنارس سے چھ میل دور ایک گاؤں لمہی میں ہوا تھا۔ ان کے والد منشی عجائب لال ڈاک خانے میں کلرک تھے اور اس زمانے میں کلرک کو منشی کہتے تھے۔ قلیل آمدنی کے باعث عجائب لال اپنے پریوار کی تمام خواہشات پوری نہ کر سکتے تھے۔ پریم چند کا بچپن محبت سے محروم رہا۔ سات سال کی عمر میں ماں چل بسی۔ پریم چند کے باپ نے دوسری شادی کر لی اور ننھے دھنپت رائے کو سوتیلی ماں سے پالا پڑا جو اس کے ساتھ بے مروتی اور سنگ دلی سے پیش آتی تھی۔ جب پریم چند نویں کلاس میں پڑھتے تھے تو ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ والد کے انتقال سے پہلے ان کی شادی بھی ہو گئی تھی۔ والد کے انتقال کے بعد پریم چند بہت زیادہ پریشان ہو گئے۔ گھر میں بیوی، سوتیلی ماں اور ان کے دو لڑکوں کا بوجھ مگر آمدنی ایک پیسے کی نہ تھی۔ پریم چند نے خود تنگ دست رہ کر بھی تمام سوتیلی ماں اور بھائیوں کی امداد اس وقت کرتے رہے جب تک کہ سوتیلی ماں کا اپنا لڑکا پڑھ لکھ کر خود کمانے لائق نہیں ہو گیا۔

1919ء میں پریم چند نے الہ آباد یونیورسٹی سے بی اے سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا۔ ٹریننگ کالج کا امتحان پاس کرنے کے بعد وہ ماڈل اسکول کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ پریم چند نے ناول کہانیوں سے پہلے لکھنا شروع کئے تھے۔ 1901ء سے 1902ء میں دو ناول شائع ہوئے تھے "کرشنا" "ہم خرما و ہم ثواب" تھے پریم چند شروع میں "نواب رائے" کے نام سے لکھا کرتے تھے اور یہ تمام ہندو مسلمان کے معاشرتی اتحاد کی ادبی تازگی رکھنے والا تھا۔ "سوز وطن" کی ضبطی کے بعد ان کے افسروں نے انہیں تصنیف و تالیف کی ممانعت کر دی تو ان کو اس نام کو خیرباد کہنا پڑا۔ "نواب رائے" کی روح نے "پریم چند" کے قالب میں جنم لیا۔

1921ء میں مہاتما گاندھی نے عدم تعاون کی تحریک شروع کی تو پریم چند نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ انھوں نے رسالہ "زمانہ" کانپور میں اپنے افسانے شائع کرا کے اپنی حقیقی زندگی کا آغاز کیا۔ منشی پریم چند کے ناول اور افسانے خاص طور پر مقبول و مشہور ہوئے۔ پریم بتیسی، پریم چالیسی، زادِ راہ اور واردات افسانوں کے مجموعے ہیں۔ ناولوں میں بازارِ حسن، چوگانِ ہستی، میدانِ عمل، گئودان، غبن، جلوۂ ایثار وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ حبِ وطن کا جذبہ بھی منشی پریم چند کے دل میں موجزن رہتا ہے ان کے ناولوں میں یہ جذبہ جگہ جگہ جا بجا ملتی ہے۔ اس کے علاوہ ان کے ناولوں اور افسانوں کا مقامی رنگ یا ماحول ہے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation Chandigarh.Funding by IKS MoE-2025-Grant

Jammu.
Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

خالص ہندوستانی کردار اور واقعات کو اپنا موضوع بناتے ہیں۔ کہیں راجپوتوں کی زندگی کا بیان ہے اور کہیں دیہات کی زندگی کا کہیں ہندو گھرانوں کی زندگی پر قلم اٹھایا ہے۔ منشی پریم چند کا طرزِ تحریر بہت سادہ اور سلیس ہے۔ معمولی پڑھا لکھا شخص بھی آسانی کے ساتھ ان کی زبان کو سمجھ سکتا ہے۔ تشبیہات بہت پر لطف اور اچھوتی ہیں۔ محاورہ اور روزمرہ کی چاشنی قابل داد ہے۔

رشید احمد صدیقی

رشید احمد صدیقی ۱۸۹۶ء میں قصبہ میریا جون پور میں پیدا ہوئے تھے۔ رواج کے مطابق گھر پر عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد جون پور کے ہائی اسکول میں داخلہ لے کر بورڈنگ میں رہ کر میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ مالی حالت کمزور ہونے کے باعث انھوں نے کچہری میں نقل نویسی کا کام شروع کر دیا۔ عدالتوں وکیلوں تعلقہ داروں اور انگریزوں کے مرقعے جو ان کے مضامین میں ہیں۔ اسی زمانے کے تجربات ہیں۔ ۱۹۱۵ء میں وہ علی گڑھ چلے گئے علی گڑھ یونیورسٹی سے انھوں نے ایم۔ اے پاس کیا اور ۱۹۲۲ء میں وہاں ہی شعبہ اردو میں بحیثیت لکچرار ان کی تقرری ہو گی۔ ترقی کر کے اسی یونیورسٹی میں شعبہ اردو کے صدر ہو گئے۔ ۱۹۵۵ء تک اس عہدے پر فائز رہے۔ اس کے بعد مرکزی وزارت تعلیم کی ایک اسکیم کے ڈائریکٹر ہو گئے۔ علی گڑھ میں ان کے سپرد جنرل ایجوکیشن کی کتابوں کی تیاری کی ذمہ داری ہوئی اور دو سال تک اس عہدے پر کام کرتے رہے۔ ۱۹۵۸ء میں ریٹائر ہو گئے علی گڑھ میں رہ کر وہ اردو زبان و ادب کی خدمات انجام دیتے رہے علمی اور ادبی خدمات کے سلسلہ میں بھارت سرکار نے انھیں پدم شری کے اعزاز سے بھی نوازا۔ اردو ادب کا یہ درخشندہ ستارہ ۱۹۷۷ء میں ہمیشہ کے لئے ڈوب گیا۔

اردو ادب میں خاص طور سے طنز و مزاح میں رشید صاحب کا درجہ بڑا اونچا ہے اکبر الہ آبادی کے بعد اردو میں طنز روح سب سے زیادہ رشید احمد میں ہے ان کے کچھ مضامین حاجی -I-C-S- پولیس عرب کا کھیل۔ چارپائی وغیرہ قابل داد ہیں۔ چارپائی کے مضمون میں لکھتے ہیں کہ چارپائی اور مذہب ہم ہندوستانیوں کا اوڑھنا بچھونا ہے ہم اسی پر پیدا ہوتے ہیں اور یہیں سے مدرسہ، مسجد، جیل خانہ کونسل یا آخرت کا راستہ لیتے ہیں

رشید احمد صدیقی کے مضامین میں شستہ ظرافت ہوتی ہے جو نیاز ... و ... کلی ... پیدا ہو جاتی ہے۔ ... تبسم ساقی کی طرح ان کے اشارے بہت

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

لطیف ہوتے ہیں جن سے پڑھنے والا نہ بھی ہوشیار ہوتا ہے نہ بے خود۔ ان کے مضامین عام فہم نہیں ہوتے جس شخص کی تاریخی سیاسی اور اخباری معلومات وسیع نہیں وہ ان کے مضامین کا منہ دیکھتا رہ جاتا ہے۔ عربی و فارسی الفاظ و تراکیب بکثرت استعمال کی گئی ہوتی ہے۔ رشید احمد صدیقی کی بہت سی کتابیں ہیں مضامین رشید" ذاکر صاحب آشفتہ بیانی میری وغیرہ منظر عام پر آچکی ہیں۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال!:

شیخ محمد اقبال 1876ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے والد کا نام شیخ نور محمد تھا ان کا آبائی وطن کشمیر تھا۔ دستور زمانہ کے مطابق اقبال نے ایک مکتب میں عام بچوں کی طرح تعلیم حاصل کی جہاں انھوں نے عربی فارسی پڑھی اس کے بعد گورنمنٹ اسکول سالکوٹ میں داخل ہوئے۔ وہاں سے الیف اے کا امتحان پاس کیا۔ ایف اے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لے کر بی اے کا امتحان پاس کیا۔ عربی اور انگریزی میں امتیازی نمبرات حاصل کئے اُس کے بعد پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے کا امتحان پاس کیا اور یونیورسٹی میں اول آئے اُس کے بعد اورینٹل کالج لاہور میں اور فلسفہ کے پروفیسر مقرر ہوئے پھر کیمرج یونیورسٹی سے فلسفہ کی ڈگری حاصل کی۔ جرمنی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لی۔ پھر لندن میں بیرسٹری کا امتحان پاس کیا واپس آکر لاہور میں وکالت شروع کی لندن یونیورسٹی میں کچھ عرصہ کے لئے عربی کے قائم مقام پروفیسر بھی رہے۔ ۱۹۰۵ء میں یورپ گئے اور تین سال وہاں رہے وہاں مغربی فلسفہ و ادب کا گہرا مطالعہ کیا وطن واپس آکر شعر و سخن کے گیسو سنوارتے رہے تحریک آزادی وطن میں حصہ لیا۔ اقبال نے 21 اپریل 1938ء کو لاہور میں وفات پائی لاہور میں شاہی مسجد کے پاس دفن ہوئے ان کی موت پر بے حد ماتم منایا گیا۔ ماتمی قرار دادیں پاس کی گئی اور خراج عقیدت پیش کئے گئے۔

اقبال کو شعر و سخن کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ قوم و وطن کی خدمت کا بے حد جذبہ تھا۔ بھارت کی تحریک آزادی میں انھوں نے نہایت ہی اہم رول ادا کیا۔ یہ اُردو زبان و ادب کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ اس کو اقبال جیسا عظیم شاعر ملا جس نے اپنے شاعرانہ کمالات کی دولت عالمگیر شہرت و عظمت حاصل کی اقبال کے کلام میں قومی درد، ہمت، جوش آرائش، تہذیب تعلیم اخلاق فلسفہ اور تصوف سب کچھ موجود ہے وہ ایک فلسفی شاعر تھے اور روحانیت کے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

زیادہ قائل تھے ان کی شاعری غیر محدود ہے انھوں نے اپنی شاعری میں صنعت تلمیح سے بہت بڑا کام لیا ہے ان کی شاعری میں ایک خاص قسم کا ترنم پایا جاتا ہے ان کی شاعری اعلا پایہ کی ہے۔ اقبال کی شاعری میں مختلف ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے

پہلا دور ابتدا سے لے کر 1905ء تک رہا اس دور کے کلام میں قومی اور وطنی جذبات پائے جاتے ہیں۔ دوسرا دور۔ 1906ء سے لے کر 1911ء تک رہا۔ اس دور کے کلام میں عشق حقیقی کی جھلک ہے۔

تیسرا دور۔ 1912ء سے لے کر 1922ء تک رہا۔ اس دور کا کلام فلسفہ سے بھرپور ہے

چوتھا دور 1925ء سے لے کر 1933ء تک اس دور میں ان کا فن نکھرا اور سنورا ہو رہا ہے۔

اقبال کے پیغام نے ہندی مسلمانوں میں ایک تازہ روح پھونک دی اور انھیں زندہ قوم بنا دیا اقبال کی تصنیفات انگریزی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں ہیں ان کا اردو کا کلام تین مجموعوں پر مشتمل ہے۔ بانگ درا"۔ "بال جبریل" اور ضرب کلیم"۔ ارمغان حجاز میں بھی ایک حصہ اردو کلام کا ہے وہ صرف نظمیں ہی نہ لکھتے تھے بلکہ انھوں نے مثنویاں بھی لکھی ہیں۔ غزلیں بھی کہی ہیں اور مسدس وغیرہ بھی لکھے ہیں ان کا مسدس شکوہ" و" جواب شکوہ" وغیرہ ہیں۔

غالب

مرزا اسد اللہ خاں غالب 1796ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ پہلے اسد تخلص کرتے تھے لیکن بعد میں غالب تخلص اختیار کیا۔ ان کے والد کا نام عبداللہ بیگ خاں تھا ان کے دادا شاہ عالم کے زمانے میں دہلی آئے تھے۔ بادشاہ نے ان کی بڑی عزت کی اور انھیں جاگیر بھی دی لیکن بعد میں کسی وجہ سے جاتی رہی غالب کے والد نواب آصف الدولہ کے زمانہ میں لکھنو آئے اور وہاں سے حیدرآباد چلے گئے وہاں سے الور میں راجہ بختاور سنگھ کی ملازمت کر لی اور 1801ء میں لڑائی میں مارے گئے اس وقت مرزا غالب کی عمر پانچ سال کی تھی والد کے انتقال کے بعد ان کے چچا نصراللہ خان بیگ نے پرورش کی۔ مگر بدقسمتی سے وہ بھی وفات پا گئے۔ مرضی کے خلاف تیرہ برس کی عمر میں نواب

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

الٰہی بخش کی صاحبزادی سے شادی کرادی اس کے بعد دہلی میں رہنے لگے۔ ذوق کی وفات کے بعد بہادر شاہ ظفر کے کلام کی اصلاح کرنے لگے بہادر شاہ نے پچاس روپے ماہوار اور پوشاک مقرر کردی لیکن غدر کے بعد یہ بھی جاتا رہا مجبوراً رامپور چلے گئے وہاں سو روپے ماہوار وظیفہ ملنے لگا جدائی وطن سے تنگ ہوکر دہلی واپس آگئے تین سال بعد پنشن بھی مقرر ہوگئی اور آخر عمر تک دہلی ہی میں رہے۔ مجموعی زندگی بڑی تنگی پریشانی اور مفلسی میں گذری بچپن ہی میں شادی و شاعری کردی اور ساری عمر گذاری عمر بھر فارغ البالی نصیب نہ ہوئی کلکتہ لکھنؤ اور رامپور کا سفر کیا۔ 1869ء میں پائی درگاہ نظام الدین اولیاء کے متصل مدفون ہوئے۔

مرزا غالب پہلے فارسی میں خطوط لکھتے تھے مگر 1850ء کے بعد انہوں نے اُردو میں خطوط نگاری شروع کی اُردو نثر میں غالب کی شہرت اُردو خطوط نگاری کی وجہ سے ہی ہوئی ہے۔ اُن کا نثری سرمایہ خطوط ہیں۔ انہوں نے اپنے خطوط میں علمی و ادبی مسائل پر اظہار خیال کیا ہے۔ اُردوئے معلیٰ اور عود ہندی اُن کے خطوط کے مجموعے ہیں۔ اُن کے خطوط بے حد دلکش طرز تحریر بہایت سلیس اور بامحاورہ ہے سلسلہ خطوط نگاری کی ایجاد کا سہرا مرزا غالب کے سر ہے۔

مرزا غالب نے مراسلہ کو مکالمہ بنایا ہے اُن کے خطوط میں شوخی اور ظرافت پائی جاتی ہے۔ خطوط میں سادگی اور بے تکلفی کے باوجود عامیانہ پن نہیں۔ جب مراتب کا خیال موجود ہے غصہ کے اظہار میں ظرافت کا پہلو پایا جاتا ہے ان کے خطوط میں جدید اسلوب کی تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں اُن کے خطوط میں ظرافت طنز و مزاح مرقع نگاری جزئیات نگاری اور ڈرامیت کی مثالیں پائی جاتی ہیں۔

پنڈت برج نرائن چکبست:۔

بزرگوں کا وطن لکھنؤ تھا آپ 1882ء میں بمقام فیض آباد پیدا ہوئے لیکن چند ہی سال بعد لکھنؤ چلے آئے اور وہیں آپ نے تعلیم پائی۔ کیننگ کالج لکھنؤ سے بی اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد قانون کا امتحان دیا لکھنؤ میں وکالت کرتے تھے۔ 12 فروری 1926ء کو ایک مقدمہ میں رائے بریلی تشریف لے گئے۔ وہیں دماغ پر فالج گرا اور چند گھنٹے کے بعد وہیں آپ نے انتقال کیا شاعری کا شوق صغر سنی سے تھا شاید پہلی غزل نو برس کی عمر میں کہی تھی اس زمانے سے آپ برابر شعر کہتے تھے مگر شعر کہنے سے زیادہ

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

آپ کو اساتذہ کے کلام پڑھنے کا شوق تھا غالب آتش اور میر انیس کے کلام کے جدت صاحب موصوف شیدا تھے اور آپ کی غزل پر آتش اور مسدس پر انیس کی تقلید کا اثر نمایاں ہے۔ خیالات ضرور مختلف ہیں مگر سلاست بیان بندش الفاظ اور حسن ترکیب میں اُنھیں استادوں کی پیروی کی ہے آپ کا خیال تھا کہ محض نئے خیالات کا نظم کر دینا ہی شاعری نہیں ہے آپ کی یہ کوشش تھی کہ نئے خیالات ضرور نظم کیے جائیں مگر زبان اور اسلوب بیان سے لطافت اور پاکیزگی کا جوہر نہ جانے پائے۔ کیوں کہ زبان میں الفاظ کی بندش سے صناعی کرنا شاعری کا جزو اعظم ہے اس خیال کا اثر ان کی غزلوں میں بھی موجود ہے۔

چکبست نے علمی و تنقیدی مضامین بھی لکھے ہیں۔ ان کا مجموعہ "مضامین چکبست" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ ان کے مضامین لب و لہجہ کی متانت، موضوعات کی سنجیدگی، معلومات کی وسعت اور زبان کی شگفتگی کے لحاظ سے اُردو نثر کے عمدہ نمونے ہیں۔

چکبست حقیقت میں قومی شاعر تھے۔ اپنے زمانہ کے سیاسی حالات انھوں نے بڑی خوبی اور کامیابی سے نظم کیے ہیں۔ ان کی غزلوں میں فلسفیانہ انداز بھی ہے اور بیان میں بہت بڑا اثر بھی ہے۔ وہ ایک بلند پایہ وکیل ہونے کے علاوہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے

اکبر الہ آبادی:-

سید اکبر حسین 16 نومبر 1846ء کو بارہ بنکی میں پیدا ہوئے اکبر تخلص تھا۔ اکبر کے والد کا نام سید تفضیل حسین تھا پہلے گھر پر مذہبی تعلیم حاصل کی پھر سرکاری اسکول میں داخلہ لے کر ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ 1866ء میں مختاری امتحان پاس کیا اور نائب تحصیلدار ہو گئے۔ 1880ء کو وکالت کا امتحان پاس کیا اور منصف مقرر ہو گئے اور پھر جج ہو گئے سرکار نے اعلا سرکاری خدمت کے صلے میں "خان بہادر" کا خطاب دیا پنشن کے بعد گھر پر ہی رہے۔ 75 سال کی عمر میں 1921ء میں الہ آباد میں انتقال کیا

اکبر کو شعر و سخن کا فطری ذوق تھا مزاج میں شوخی اور ظرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی وہی رنگ ان کے کلام میں بھی موجود ہے انھوں نے نئے رنگ کی بنیاد ڈالی ان کی زبان میں سلاست اور روانی ہے۔ اُن کے کلام میں ظرافت ہے مگر مصلح کی شان بھی پائی جاتی ہے اکبر اپنے رنگ میں یکتا تھے۔ ان کے اس رنگ کو کوئی اپنا نہ سکا اکبر کا ظریفانہ کلام تو ظاہر طور پر قہقہوں اور مسکراہٹوں میں لپٹا ہوا ہے مگر اس میں بلا کا سوز و گداز اور درد و کسک پنہاں ہے۔ تصوف کی چاشنی معرفت و حقیقت کے رموز و اسرار کی جھلکیاں نظر آتی ہیں اُن کی غزلیات میں تمام ظاہری و معنوی محاسن

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

موجود ہیں جذبات پاکیزہ اور لطیف ہیں سادگی اور روانی نے اشعار کو پُر کیف بنا دیا ہے
جذبات پاکیزہ اور لطیف ہیں۔ سادگی اور روانی نے اشعار کو پُر کیف بنا دیا ہے۔ سوز و گداز کی اعلیٰ مثالیں موجود ہیں خریات بھی بلند پایہ کی غزلوں میں انہوں نے اپنا مخصوص ظریفانہ رنگ بھر کر اصلاحی کام لیا ہے اکبر کی زبان بڑی شیریں، سگفتہ اور سلیس ہے۔ اکبر کی شہرت ایک ظریف اور بذلہ سنج شاعر کی حیثیت سے زیادہ ہوئی۔ انہوں نے ظرافت اور طنز کو اخلاقی سیاسی اور روحانی مسایل و مطالب کی ترجمانی کا ایک موثر ذریعہ بنا لیا ہے۔ اس لئے لوگ انھیں واعظ اور مصلح قوم بھی کہتے ہیں۔

قہقہوں کی مشق سیکھی نے نکالا اپنا کام جب کسی نے قدر آہ و نالہ درازی نہ کی!

اکبر کا کلام اردو میں طنز کی بہترین مثال ہے۔ وہ ہنسی ہنسی میں غیرت دلاتے ہیں۔ معرفت و حقیقت کے اسرار سکھاتے ہیں، مغرب کی کورانہ تقلید سے بچنے کی نصیحت کرتے ہیں اور اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی تعلیم دیتے ہیں۔

حالی:۔

خواجہ الطاف حسین حالی کا سلسلہ خاندانی حضرت عبداللہ انصاری سے ملتا ہے آپ کے والد کا نام ایزد بخش تھا مولد پانی پت ہے مگر نوجوانی ہی میں دلی آ گئے نواب مصطفےٰ خان صاحب رئیس جہانگیر آباد کے لڑکوں کی تعلیم پر مامور ہوئے اردو و فارسی نظم میں مرزا غالب کی شاگردی سے فیض حاصل کیا جب قدیم سرپرست راہی عالم بقا ہوئے اور مرزا غالب سے بھی دنیا خالی ہوئی تو خواجہ صاحب اول اول دلی کے اینگلو عربک اسکول میں فارسی کی مدرسی پر مامور ہوئے اور اس کے بعد رائے بہادر ماسٹر پیارے لعل صاحب کی سفارش سے لاہور کے تعلیمی بک ڈپو میں کام کرنے لگے۔ وہاں ان کا مولوی محمد حسین آزاد کا ساتھ ہوا اور آزاد کی صحبت میں مولانا ممدوح نے نیچرل شاعری کی طرف توجہ کی جب بک ڈپو تا حالی نے سرسید کو علی گڑھ بلایا اسی زمانے میں آپ نے اپنا معرکتہ الآرا مسدس مدو جزر اسلام لکھا اس مسدس کی بہت قدر ہوئی اور سرکار حیدرآباد سے وظیفہ مقرر ہو گیا ۱۹۰۴ء میں سرکار انگریزی کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔ حالی کی زندگی کا سفر ۱۸۳۷ء کو شروع ہوا اور ۱۹۱۴ء کو آفتاب علم ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

حالی کو نثر و نظم دونوں میں قدرت حاصل تھی نظم میں "مسدس حالی اور نثر میں مقدمہ شعر و شاعری" حالی کے زمانہ ناز کارنامے ہیں۔ نظم کے مقابلہ میں نثر میں حالی کا رتبہ قدرے بلند ہے۔ حالی کی نثر صاف اور سادہ ہے جوش اور روانی بہت ہے ان کا اسلوب بیان اچھا ہے وہ ایک اچھے نثر نگار تھے۔ مگر صاحب طرز نہ ہو سکے۔ حالی کی تالیفات

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

بالیزہ تھی۔ محاورات کو بر بر محل استعمال کرتے تھے مگر انگریزی الفاظ کو بلا ضرورت استعمال کرتے
تھے جس سے عبارت کی روانی میں خلل پڑتا ہے وہ فنی اور تنقیدی کارناموں کی وجہ
سے ایک مضبوط ستون بن گئے حالی کا شمار اُردو نثر نگاری کی صف اول میں کیا جاتا
ہے حالی نے اُردو میں اُردو میں سوانح نگاری کی بنیاد ڈالی حالی ایک کامیاب
شاعر اور اعلیٰ پایہ کے نثار تھے ان کی تحریریں صاف سادہ با محاورہ اور موثر ہیں
تجربدوں میں متانت اور سنجیدگی پائی جاتی ہے۔ حالی نے مختلف طریقوں سے اُردو
زبان و ادب کی۔ خدمات انجام دی ہیں۔ اور بہت حد تک زبان کی اصلاح کی ہے
حالی نے اُردو شاعری میں نئے انداز کا سنگ۔ بنیاد رکھا اور شاعری کا نیا راستہ
دکھایا ان کی زبان نہایت پاکیزہ اور ٹکسالی ہے۔ ہر نظم میں درد اثر سوز و گداز حب
جب الوطنی اور نظریہ اصلاح موجود ہے۔ غزلیات میں حالی نے قدیم و جدید
رنگوں کی آمیزش سے عجیب رنگ پیدا کیا ہے۔ نثر میں یادگار غالب، حیات
سعدی اور حیات جاوید مولانا حالی کی مشہور کتابیں ہیں تنقید میں مقدمہ شعر و شاعری
جو آپ نے اپنی نظموں کے دیباچے کے طور پر لکھا تھا جدید شاعری کا سرچشمہ بنا آپ کا
طرز تحریر سادہ پاکیزہ مدلل اور متین ہے۔ دقیق مضامین کو سلجھا کر مثالوں اور دلیلوں
کے ساتھ پیش کرنے میں آپ ید طولیٰ رکھتے ہیں تحریر دل نشین اور پُر اثر ہے۔ حالی
کی نظموں میں سادگی اور روانی ہوتی ہے۔ حالی کے قطعات بھی اخلاق اور درس
سے بھرے ہوئے ہیں جو ان کی طبیعت کے عین مطابق کہلانے کے مستحق ہیں۔
کام اچھا کوئی بن آیا اگر انسان سے۔ اس نے کی تاخیر اس میں جس قدر اچھا کیا

کب کیا؟ کیوں کر کیا؟ یہ پوچھتا کوئی نہیں۔ بل کہیں یہ دیکھتے جو کچھ کیا کیسا کیا۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اسباق کے اقسام

اسباق پڑھانے کے مختلف طریقے ہیں اس لئے ایک ہی طریقہ سے مختلف طریقوں سے پڑھائے گئے اسباق پر تنقید نہیں کی جا سکتی۔ سبق پڑھانے کے مختلف طریقے یہ ہیں (1) ہربارٹی طریقہ 2۔ علمی طریقہ 3۔ مباحثی طریقہ 4۔ مشقی طریقہ 5۔ اجتماعی طریقہ 6۔ منصوبی طریقہ۔

ہربارٹی طریقہ:۔ ہربارٹ ایک جرمنی ماہر تعلیم تھا اس نے طلبہ کے ذہنی اعمال کا مطالعہ اور تجزیہ کیا۔ موجودہ نظام تعلیم میں ہربارٹی طریقہ تعلیم کو اہمیت حاصل ہے اور آج کل ٹریننگ کالجوں اور اسکولوں میں اسی طریقہ سے پڑھانے کی تربیت دی جاتی ہے اشارات سبق مرتب کرنا صرف ٹریننگ کے دوران ہی لازمی سمجھا جاتا ہے۔ ٹریننگ کے بعد مدرس اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے جو غلط ہے۔ مدرس کو سبق پڑھانے سے پہلے خود مطالعہ کرنا چاہیے اس طرح سے طلبہ کی توجہ منتشر نہیں ہوتی اس طریقہ تعلیم سوالات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مدرس سوال پوچھتا ہے اور طلبہ جواب دیتے ہیں ہربارٹی طریقے سے پڑھانے میں پہلے تمہید کا نمبر آتا ہے

تمہید:۔ تعارف سالقہ واقفیت۔ آمادگی اور اظہار مدعا اس مرحلہ کی سرخیاں ہیں

استحضار:۔ اس مرحلہ میں انتخاب وتقسیم وترتیب کا اصول کامیاب، ذہن نشینی کا اصول ربط وتکمیل کا اصول ترتیب وتسلسل کا اصول اور دہرائی ونتیجہ کا اصول دوران تدریس پیش نظر رکھے جاتے ہیں۔

ائتلاف (خط وکتابت):۔ اس مرحلہ میں بلا خوف دہراس بحث ومباحثہ کے ذریعہ نئی دی گئی معلومات کا تعلق سابقہ معلومات سے پیدا کر کے نئی معلومات کو پختہ کیا جاتا ہے۔ اس سے حقائق اور تصورات میں تعلق پیدا کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اس سے طلبہ میں ذہنی اور انفرادی قوت فکر کی نشو ونما اور قوت فیصلہ کی تربیت ہوتی ہے

تعمیم:۔ تعمیم کے معنی ہیں ہر ایک شامل کرنا یا عام کرنا اس مرحلہ میں طلبہ کی آزادانہ قوت فیصلہ کی صحیح نشو ونما ہوتی ہے اس کی تکمیل کے لئے مہارت، ہوشیاری رہنمائی اور محنت نہایت ضروری ہے اور خاص طور پر احتیاط کرنی پڑتی ہے۔

انطباق:۔ اس مرحلہ میں طلبہ سے تعمیری اور تخلیقی کام لئے جاتے ہیں۔ اطلاق

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation Chandigarh Funding by IKS-MoE-2025-Grant

اعادہ وغیرہ اس مرحلہ کی اہم ضرور تیں ہیں ان میں ...

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

نتائج کی جانچ پڑتال اور تصدیق شامل ہے اس میں طلبہ کو گھر سے کام کرکے لا
کو دیا جاتا ہے۔

منصوبی طریقہ :- منصوبے کی منظوری حاصل کرنے کے لئے صدر (ہیڈ ماسٹر پرنسپل
مدرسہ کو درخواست دینا، منصوبے کی تکمیل کے لئے وسائل تجویز کرکے اسکیم مرتب کر
فنی معلومات حاصل کرنے کے لئے کتب کا مطالعہ کرنا۔ ان سب کا انحصار اردو جانے پر
ہے اس لئے طلبہ اردو کی تحصیل بڑے انہماک سے کرتے ہیں۔ مدرس کتاب حاصل کرنے
پوچھتے مشورے لینے اور خود محنت کرنے میں اور بہت جلد اردو پڑھنے اور
لکھنے کی قابلیت پیدا کر لیتے ہیں۔ تعلیم و تدریس کے سلسلہ میں منصوبی طریقہ
تدریس جان ڈیوی کی دین ہے۔ ڈاکٹر جے۔ اے سٹیونسن اور پروفیسر ولیم ایچ
کلپاٹرک نے اس طریقہ کی تکمیل کی اور برٹن نے اس طریقہ کو مزید تقویت دی۔ منصوبہ
ایک با مقصد مشغلہ ہے جو ایک سماجی ماحول میں فطری طور پر انجام پاتا ہے اس
کا تعلق انسانی زندگی سے ہے اس میں کسی مضمون کی تدریس کے لئے عملی کام کرنا
پڑتا ہے منصوبی طریقہ خود کرکے سیکھنے کی دعوت دیتا ہے اور نفسیاتی اصولوں پر مبنی ہے
یہ طریقہ مستعدی، مشق، اثر پذیری مقصد عملی سرگرمی اصلیت، آزادی استعمال اور
عمل کے اصولوں پر مبنی ہے

اس طریقہ میں بات چیت کے ذریعہ ماحول پیدا کیا جاتا ہے ماحول پیدا
کرنے کے بعد منصوبہ کا انتخاب کیا جاتا ہے پھر منصوبہ بندی کی جاتی ہے اس کے بعد
منصوبہ بندی پر عمل شروع کیا جاتا ہے عمل مکمل ہونے کے بعد کام کی پڑتال کی جاتی
اس عمل کا اندراج کیا جاتا ہے۔ ایک منصوبہ میں زیادہ سے زیادہ سرگرمیاں ہوتی
ہیں منصوبہ تین قسم کا ہوتا ہے (1) تعمیری منصوبہ جس میں طلبہ کوئی تعمیری کام
کرتے ہیں مثلاً دکان بنانا۔ کام کرنا وغیرہ۔

(2) مسئلاتی منصوبہ۔ جس میں طلبہ مسرت اور تجربات حاصل کرتے ہیں مثلاً کہانی
سننا اور کہنا نظم پڑھنا وغیرہ۔ (3) مشقی منصوبہ جس میں کسی سرگرمی یا فن
میں مہارت حاصل کی جاتی۔ مثلاً تیرنا پہاڑ پر چڑھنا وغیرہ۔

منصوبی طریقہ میں طلبہ ہاتھ سے کام کرنا سیکھ جاتے ہیں۔ تمام مضامین کو
مرکزی مشغلے سے مربوط کیا جاتا ہے اجتماعی کام کی تربیت ملتی ہے۔ یہ طریقہ اکتساب
کے نفسیاتی قوانین پر مبنی ہے یہ ایک کم خرچ طریقہ ہے اس طریقہ سے زندگی میں کام
آنے والی تعلیم و تربیت حاصل ہوتی ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation, Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اس طریقہ میں سال کے دوران کسی مضمون کے پڑھائے جانے والے اسباق کی تدریس کے لئے سالانہ ششماہی سہ ماہی ماہوار اور روزانہ منصوبہ بنایا جاتا ہے پھر اس منصوبہ کے مطابق عملی کام کے ساتھ ساتھ ہر مضمون کی تدریس کا کام کیا جاتا ہے اردو اسباق کی تدریس کے لیے یہ طریقہ نہایت مفید ہے اس طریقہ سے طلبہ آزادی سے کام کرتے اور تعلیم حاصل کرتے ہیں اس سے طلبہ میں سماجی قدریں پیدا ہوتی ہیں یہ طریقہ طلبہ کو سماجی زندگی میں رہنے کے قابل بناتا ہے یہ طریقہ طلبہ کو عملی اور جمہوری زندگی کے لئے تیار کرتا ہے اس طریقہ میں مسائل کے عملی حل پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اس طریقہ میں کام کرنے سے ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے اقتصادی لحاظ سے یہ طریقہ نہایت مفید ہے۔ اس سے طلبہ کام کرنے کے عادی بن جاتے ہیں۔ منصوبی طریقہ سائنس کام حرفت عملی جغرافیہ ادب ڈراما آرٹ اور زبان کی تدریس کے لیے نہایت مفید ہے۔ اس طریقہ میں مدرس کو ایک اہم مقام حاصل ہے

مشقی طریقہ: اس طریقہ تدریس میں طلبہ کو بار بار ایک ہی کام کی مشق کرائی جاتی ہے جس کی وجہ سے طلبہ اس کام میں مہارت حاصل کر لیتے ہیں مثلاً طلبہ کو ایک ہی سبق کی عبارت خوانی بار بار کرائی جاتی ہے۔ نظم بار بار پڑھائی جاتی ہے اشعار یاد کرائے جاتے ہیں اور اشعار کی بار بار تشریح کرائی جاتی ہے پڑھنے اور لکھنے کی بار بار مشق کرائی جاتی ہے۔ قواعد کے اصول ضابطے اور قوانین مشقی طریقہ کے ذریعہ بار بار مشق کرائی جاتی ہے قاعدے زبانی یاد کرائے جاتے ہیں۔ یہ طریقہ تدریس قواعد کی تدریس اور نظم کی تدریس کے لئے نہایت مفید ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس طریقہ سے قواعد کے اصول اور قاعدے مسلسل مشق کرنے کی وجہ سے اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتے ہیں نظم کی تدریس کے لئے یہ طریقہ نہایت مفید ہے قواعد کی تدریس کے لئے استقرائی طریقہ۔ تدریس میں طلبہ کے سامنے پہلے بہت سی مثالیں پیش کی جاتی ہیں ان مثالوں کی مدد سے طلبہ کسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں یہ طریقہ قواعد کی تدریس کے لئے نہایت مفید ہے۔ ریاضی کے فارمولے بھی اس طریقہ سے نہایت اچھی طرح اخذ کرائے جاسکتے ہیں اس طریقہ کے استعمال کا دارومدار ایک مدرس پر ہے۔ مدرس جتنا قابل اور محنتی ہوگا اتنا ہی یہ طریقہ تدریس زیادہ مفید ثابت ہوگا

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation, Chandigarh. Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

عملی طریقہ: علمی طریقہ تدریس میں عموماً مضمون نگاری کے اسباق کی تدریس شامل ہے۔ مضمون نگاری کے لئے مدرس طلبہ کو پہلے سے ہی ہدایت دیتاہے کہ ایک ہفتہ کے بعد اُن کو جماعت میں "اگر میں منسٹر ہوتا" کے عنوان سے ایک مضمون لکھنا ہو گا پھر مدرس طلبہ کی رہنمائی کرے گا کہ مضمون لکھنے کے لئے کن کن کتابوں سے مواد حاصل کیا جاسکتاہے اور یہ کتابیں کہاں کہاں سے حاصل کی جاسکتی ہیں مدرس کی ہدایات کے پیش نظر طلبہ کتب خانہ سے کتابیں حاصل کرتے ہیں ان کا مطالعہ کرتے ہیں اور مضمون کے لئے مواد فراہم کرتے ہیں اور پھر وقت مقررہ پر مضمون لکھتے ہیں اس طرح کے اسباق کہلاتے ہیں مضمون لکھوانے سے دو چار دن پہلے ہی طلبہ کو بتادے کہ انہیں کس موضوع پر مضمون لکھنا ہے؟ اس ضمن میں مدرس طلبہ کو حسب ذیل باتیں تفصیل سے بتادے۔

(ا) موضوع کیاہے؟ طلبہ کو موادِ مضمون کہاں سے اور کس طرح حاصل ہوگا؟

(ب) خیالات کو اہمیت کے لحاظ سے کن کن سرخیوں میں تقسیم کیا جاسکتاہے۔ ہر سرخی کے تحت پیراگراف لکھا جائے اور خیالات کے تسلسل کا خاص دھیان رکھا جائے؟

(ج) مضمون لکھنے سے پہلے طلبہ خاکہ تیار کریں اور اہم سرخیاں لکھ لیں۔

(د) طلبہ کو علامات نگارش سے واقف کیا جائے۔

(ر) الفاظ کا انتخاب سلیقے سے اور استعمال برمحل کیا جائے۔

(س) صرف اُن خیالات کا انتخاب کیا جائے جو موضوع کے متعلق ہوں۔

(ک) اشارات انشاپردازی پہلے سے لکھ لئے جائیں۔

(گ) ہر ایک خیال کو الگ پیراگراف میں تحریر کیا جائے۔

(ل) طلبہ کو اسلوب بیان سے واقف کیا جائے۔

(م) طلبہ میں شروع سے ہی مطالعہ کی عادت ڈالی جائے۔ اس طریقہ کے مطابق مدرس کو مضمون کا خاکہ تیار کرنے میں طلبہ کی مناسب رہنمائی کرنا چاہیے خاکہ تیار ہو جانے کے بعد طلبہ کو مضمون لکھنے کی ہدایات دینی چاہیے۔ طلبہ جب مضمون لکھنے میں مصروف ہوں تو مدرس کو ان کی نگرانی کرنا چاہیے۔ اور کسی قسم کی ہدایت نہیں دینی چاہیے۔ مضمون مکمل ہو جانے کے بعد مضمون کی تصحیح شدہ مضمون دوبارہ لکھوانا چاہیے مضمون کی اصلاح کرنا علمی سے اہم کام ہے اس طرح علمی طریقہ تدریس میں نہایت مفید ثابت ہوتاہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE 2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

مباحثی طریقہ:- مباحثی طریقہ تدریس میں مدرس ایک موضوع طلبہ کو بتا دیتا ہے اور اس موضوع سے متعلق ضروری معلومات بہم پہنچا دیتا ہے اور پھر مدرس اور طلبہ مل کر اس موضوع پر بحث مباحثہ کرتے ہیں اور آخر میں کسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں لیے مدرس طلبہ کی مناسب رہنمائی کرتا ہے اور آخر میں طلبہ کو صحیح نتیجہ بتاتا ہے اس طریقہ میں ایک مدرس بحث و مباحثہ کا رہنما ہے جو موضوع بحث چننا تیاری کراتا اور بحث منعقد کراتا ہے ایک گروہ میں کسی جماعت کے طلبہ شامل ہوتے ہیں موضوع بحث طلبہ کے لئے ایک مسئلہ ہوتا ہے۔ مواد مضمون میں مواد اور تمام توضیحاتی سامان شامل ہوتا ہے بحث و مباحثہ کے آخر میں کام کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے اس طریقہ میں طلبہ میں اجتماعی فیصلے کرنے کی قابلیت پیدا ہوتی ہے اس طریقہ سے طلبہ کی معلومات میں قابل قدر اضافہ ہوتا ہے بحث و مباحثہ کے دوران اختلاف رائے ہوتا رہتا ہے اس لیے طلبہ اپنی بات درست ثابت کرنے کے لئے دلائل پیش کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے دلائل سنتے ہیں - یہ طریقہ زبان کی تدریس کے لئے طبقہ وسطانیہ اور فوقانیہ اور عالیہ کے طلبہ کے لئے یکساں طور پر مفید ہے اس سے طلبہ کو مختلف معلومات کا ذخیرہ جمع کرتے اور پیش کرتے ہیں مدد ملتی ہے۔

اجتماعی طریقہ:- اجتماعی طریقہ امریکہ میں رائج ہے اور وہاں اسے کافی مقبولیت حاصل ہو گئی ہے لیکن ہمارے نظام تعلیم میں یہ طریقہ تدریس رائج نہیں ہے - اس طریقہ سے طلبہ کو اجتماعی طور پر پڑھایا جاتا ہے۔ اس طریقہ میں یہ سمجھ کر پڑھایا جاتا ہے کہ ایک ہی قسم کا مواد مضمون ایک ہی طریقہ سے تمام طلبہ سمجھ سکتے ہیں اور تمام طلبہ کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان کی قابلیت ایک ہی جیسی ہے ذہانت یکساں ہے اور کام کی رفتار بھی ایک ہی جیسی ہے۔ یہ ایک اقتصادی طریقہ ہے اور اس طریقہ سے زیادہ سے زیادہ مواد کو کم وقت میں پڑھایا جا سکتا ہے اور کم اساتذہ طلبہ کو زیادہ مواد کو پڑھا سکتے ہیں۔ اس سے وقت اور قوت کی بچت ہوتی ہے اس طریقہ کی سماجی قدر بہت زیادہ ہیں اجتماعی طریقہ میں توضیحات کتب اور تربیت یافتہ اساتذہ کی دقتیں دور ہو سکتی ہیں۔ اس طریقہ سے طلبہ اساتذہ کے مشورہ پر زیادہ عمل کرتے ہیں اس طریقہ سے نظم موسیقی تاریخ اور فنون لطیفہ وغیرہ مضامین حیات کامیابی سے پڑھائے جا سکتے ہیں اس سے مدرس اپنا کام مسلسل طور پر انجام دے پاتا ہے۔

[illegible]

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation, Chandigarh. Funding by IKS-MoE 2025 Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

ہیں ترتیب دیتے ہیں زبان کے لفظ نظر سے مضمون کی جانچ کرتے ہیں۔ مضمون یوں
ہیں اس طرح اجتماعی طور پر مضمون تیار ہوتا ہے اس طریقہ سے باہم مل جل کر کام کرنے سے
وقت پر کام ختم ہو جاتا ہے اور طلبہ کو اتحاد و اسپاق کا سبق ملتا ہے مدرس اور طلبہ
ایک دوسرے سے مل جل کر مشورہ کرنے اور کام کرنے میں دلچسپی لیتے ہیں اس طریقہ سے ذوق
اور دلچسپی بڑھتی ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اُردو کے امتحانات

تعلیمی فائدہ حاصل کرنے کے لیے نصاب تجویز کیا جاتا ہے اور اس کو پڑھانے کے لئے مختلف طریقہ ہائی تعلیم استعمال ہوتے ہیں۔ تعلیم دینے کے بعد اس بات کا موازنہ کرنا ضروری ہے کہ طلبہ اس سے کس قدر مستفید ہو چکے ہیں۔ موازنہ کرنے کا دوسرا نام امتحان ہے۔

امتحان کے لغوی معنی ہیں جانچ یا آزمائش۔ ایک مدرس بھی اس بات کا خواہش مند ہوتا ہے کہ طلبہ نے جو علم حاصل کیا ہے اس کا پتہ لگایا جائے کہ اُنھوں نے کیا کچھ سیکھا اور کتنا سیکھا ہے یہ بات معلوم کرنے کا نام ہی امتحان ہے۔

امتحانات کے فائدے:-

امتحان پرانے ڈھنگ سے لیے جائیں یا جدید طریقے سے اس کے حسب ذیل فائدے ہیں۔

1۔ امتحان سے طلبہ میں محنت کی عادت پیدا ہوتی ہے۔
2۔ طلبہ اپنے مقررہ کورس کو توجہ سے پورا کرتے ہیں۔
3۔ طلبہ کو یاداشت کی تربیت ملتی ہے۔
4۔ طلبہ میں مقابلہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔
5۔ اپنی قابلیت اور ذہنی معیار کا اندازہ کر سکتے ہیں۔
6۔ امتحانات میں اچھے اور موزوں جوابات لکھنے کی غرض سے طلبہ اپنے خیالات کو منظم اور آراستہ کرتے ہیں۔
7۔ طلبہ مختلف کتابوں کے مطالعہ کر کے ان میں سے اہم نکات چھانٹ لیتے ہیں۔
8۔ امتحان طلبہ کی قوت استدلال، مسائل حل کرنے کی اہلیت کو اُبھارتا ہے۔

امتحانات کے اقسام:-

مندرجہ ذیل اقسام ہیں۔

1۔ مضمون قسم کے امتحانات (ESSAY TYPE EXAMINATION)
2۔ مختصر جوابات (SHORT ANWER)
3۔ آبجیکٹیو ٹائپ جدید طریقہ (OBJECTIVE TYPE)

مضمون قسم کے امتحان

یہ امتحان کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں۔ یہ امتحان

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

طلبہ کی تعلیمی قابلیت جانچنے کے لئے خصوصی طور مفید ثابت ہوتا ہے جن میں کئی اور طریق امتحان کے استعمال سے قابلیت کا باقاعدہ اندازہ لگانا ممکن نہیں ہوتا۔ مضمون قسم کا امتحان تحصیل کی رغبت جمالیاتی قابلیت اور ہنر کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔

مضمون قسم کے امتحان کی خامیاں :-

اس قسم کے امتحان میں مندرجہ ذیل نقائص ہیں۔

پرچہ سوالات کا محدود دائرہ :-

پرچہ میں عموماً زیادہ سے زیادہ دس سوال پوچھے جاتے ہیں جن سے طلبہ کو تین گھنٹے کے اندر اندر تقریباً پانچ یا چھ کو حل کرنا ہوتا ہے اس میں امتحان لینے والا مضمون کے تمام پہلوؤں متعلق باتیں نہیں پوچھ سکتا چنانچہ نتیجہ کے طور پر مرتب کرتے وقت اسے مضمون کا ایک خاصہ حصہ نظر انداز کرنا پڑتا ہے۔ اس پرچہ سوالات کا دائرہ لازماً محدود ہو جاتا ہے۔

قیاس آرائی کی ترویج

امتحانوں سے پہلے طلبہ سوالوں کے پرچہ سے متعلق طرح طرح کی قیاس آرائیاں شروع کر دیتے ہیں جن میں سو فی صدی کامیابی کا یقین دلایا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اکثر طلبہ کتابوں اور ۔۔۔ نے تعلیمی مشاغل کی طرف دھیان دینے کی بجائے قیاس آرائیوں اور گیس پیپروں کی خیال میں لگے رہتے ہیں۔

نمبر لگانے کا غیر سائنسی طریقہ :-

طلبہ کے جوابات کو نمبر دیتے وقت غیر سائنسی طریقہ استعمال ہوتا ہے اگر کسی اُمیدوار کا پرچہ مختلف پرچہ دیکھنے والوں کے پاس بھیجا جائے تو ان کے دیئے ہوئے نمبروں میں بڑے اختلافات ہوں گے اس کے علاوہ ایک ہی پرچہ دیکھنے والا ایک ہی پرچے میں مختلف اوقات میں مختلف نمبر دینے پر بھی مائل ہو سکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں مضمون قسم کے امتحانوں میں جوابات کے نمبروں میں یکسانیت نہیں پائی جاتی۔

غیر متعلقہ عناصر بے فائدہ

کچھ طلبہ عموماً اپنے جوابوں کو اس عمدگی سے ترتیب دیتے ہیں کہ پرچہ دیکھنے والا بھی دھوکے میں آ کر نمبر دے دیتا ہے پرچہ دیکھنے والا اکثر ان باتوں میں دھوکا کھا جاتا ہے اور خوش خطی اور جوابوں کی دیدہ زیب اور باقاعدہ

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

ترتیب اور درج، ایسی عمدہ اور دلچسپ زبان میں نفس مضمون سے متعلقہ باتوں کے علاوہ اور سب کچھ موجود ہوتا ہے

رٹائی پر اہمیت:-

مضمون قسم کے امتحان کا طریقہ رٹائی اور گھوٹا لگانے کو فروغ دیتا ہے۔ اگر رٹے ہوئے سوالات ہی امتحان میں پوچھے گئے ہوں تو طالب علم اچھے نمبر حاصل کرلیتا ہے۔ جب کہ اس کو مضمون و ضاحت طلب کی واقفیت نہیں رہتی۔

تدریس کی املا کی صورت میں تبدیلی

امتحان کی تیاری کے لیے مدرس طلبہ کو نوٹ یا طلبہ خود نوٹ بنا کر رٹ لیتے ہیں۔ جب پرچہ دیکھنے والا طالب علموں کی اس املا ما یا بت اور بے لفظ حافظہ پر اسے نمبر دے دیتا ہے۔ جماعت میں مدرس طالب علم کو سٹینو گرافر سمجھ کر املا دینے پر مصروف رہتا ہے۔ طلبہ صرف خلاصہ بنا کر۔ جوابات یاد کر کے لکھ دیتے ہیں

کتاب زدہ شخصیت کی تشکیل:-

طلبہ کو علم کو تخلیقی طریق سے حاصل کرنے کے شوق کے بجائے کتابوں اور خلاصہ کو رٹنے اور امتحان میں اس رٹے ہوئے مواد کو لکھنے کی عادت ہو جاتی ہے۔

اصلاح اور ترمیم کے لیے تجاویز:-

مضمون قسم کے امتحان کے طریق کی اصلاح و ترمیم کے لیے حسب ذیل باتوں پر غور کرنا ضروری ہے۔

ا۔ سوالوں کے پرچہ کا دائرہ میں توسیع ہونی چاہیئے ایسے سوالات جن کے جوابات لمبے ہوں پوچھنے کے بجائے ایسے سوالات پوچھنے چاہیں جن کے جواب مختصر ہوں۔ ایسے پرچہ نصابی مضمون کے اکثر حصوں پر حاوی ہو کر کافی جامع ہو سکتا ہے

2۔ پرچوں کے نمبر لگاتے وقت پرچہ دیکھنے والے کو اپنی رہنمائی کے لئے چند سائنسی معیار ساخت کر لینے چاہئیں پھر اسے تمام پرچوں کو ان معیاروں کی روشنی میں ہی جانچنا چاہیئے۔

3۔ رٹے ہوئے جوابوں کو بہت کم نمبر دینے چاہئیں ان طلبہ کو زیادہ یا اچھے نمبر دینے چاہئیں جن کے جوابات سے ان کی ذہانت، اچھوتا پن غور و فکر اور تخلیقی صلاحیتوں کی عکاسی ہوتی ہے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

4۔ مدرس کو چاہیئے کہ وہ طلبہ کو نوٹ دینے کے بجائے درس وتدریس میں تخلیقی طریقوں کو بروئے کار لانے کی راہ سمجھائیں۔

5۔ جوابات اس طرح کے ہوں جن میں رٹنے کی بجائے تخلیقی صلاحیت کو جانچا پرکھا جائے۔

6۔ امتحان کے جدید طریقوں کے بارے میں مدرس اور طلبہ کو جان کاری ہونی چاہیئے۔

مختصر جوابات:۔

اس طریقہ کے امتحان میں طلبہ کو 50 الفاظ سے 100 الفاظ تک جوابات دینے ہوتے ہیں اس طریقہ میں خوبیاں اور خامیاں مضمون قسم کے امتحان کی طرح ہی ہیں۔

جدید قسم کا امتحان یا آبجیکٹو ٹائپ:۔

اس قسم کے امتحان میں زیادہ سے زیادہ حصے کا احاطہ کیا جا سکتا ہے اور نقل کرنے کے امکانات بھی بہت کم رہ جاتے ہیں۔ اردو کے امتحانات میں بھی اس طریقے کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔

خصوصیات:۔

یہ طریقہ امتحان مندرجہ ذیل باتوں کی وجہ سے کافی صحت مند ہے

1۔ سوالوں کی کثرت اور تنوع:۔

اس میں فقط جواب " ہاں " یا " نہیں " یا نشان دہی وغیرہ کی صورت میں دینا ہوتا ہے۔

2۔ واضح ہدایات:۔

امتحان میں جوابات لکھنے کا ابہام قطعی نہیں رہتا۔

3۔ جزوی نمبروں کا عدم استعمال:۔

اس میں ہر سوال کا جواب واضح اور ہر صورت میں فقط ایک ہی ہوتا ہے اس لئے غیر واضح جوابوں کے جزوی نمبر نہیں دیئے جاتے۔

4۔ غیر متعلقہ عناصر کی نظر اندازی:۔

پرچہ دیکھنے والا نمبر لگاتے وقت خوش خطی صفائی ظاہری ترتیب وغیرہ قسم کے تمام غیر متعلقہ عناصر کو قطعی طور پر نظر انداز کر دیتا ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

5- نمبر لگانے کا سائنسی اور آسان طریقہ:-

یہ طریق نمبر لگانے کا طریق بے حد آسان اور سائنسی ہوتا ہے۔

جدید قسم کے امتحان کی اقسام

پرچہ میں مختلف فقرے دیئے جاتے ہیں۔ ہر ایک کے سامنے "صحیح اور" غلط "لکھا جاتا ہے۔ طلبہ اگر فقرہ صحیح ہے تو صحیح لکھ دیتے ہیں اور اگر غلط ہو تو غلط لکھ دیتے ہیں یا صحیح کا نشان (✓) اور غلط کا نشان (✗) لگا دیتے ہیں۔

مثلاً 1- دلی کے گھر شلطان ( )

2- دودھ کا دودھ پانی کا پانی ( )

بے ترتیب فقرات کی آزمائش:-

طلبہ کو چند بے ترتیب فقرے دیے جاتے ہیں۔ جن میں ان کو ہر فقرے کے آگے صحیح "یا" غلط "یا" نامعلوم لکھا ہوتا ہے طلبہ ان فقروں کو ترتیب دیتے ہیں اور پھر سوچتے ہیں کہ ترتیب شدہ فقرہ صحیح ہے یا غلط یا نامعلوم لکھ دیتے ہیں۔

مثلاً 1- ایک اشوک تھا راجہ مشہور

2- طریقہ جرمنی استقرائی رائج میں ہے۔

انتخاب جوابات کی آزمائش:-

سوال نامہ میں دو سطور پر مشتمل ہوتا ہے پہلی سطر میں ایک مکمل فقرہ ہوتا ہے جسے مکمل کرنے کے لئے فقط ایک لفظ درکار ہوتا ہے۔ دوسری سطر میں چند ایسے الفاظ دیئے جاتے ہیں۔ جن میں سے فقط پہلے فقرہ کو مکمل کرنا ہوتا ہے۔ طلبہ کو صحیح لفظ کا انتخاب کرنا ہوتا ہے۔

مثلاً مسرت کا سرچشمہ" کے مصنف کا نام ہے۔ آزاد / پریم چند / حالی۔

2- وطن کی پاک مٹی کی کہانی کس نے لکھی ہے۔؟ علی عباس حسینی / آل احمد سرور / رنمالب

تکمیل جوابات کی آزمائش:-

اس میں خالی جگہوں کو پُر کرنا ہوتا ہے۔ مثلاً

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

1- ذوق کے .... مشہور ہیں۔

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

2۔ جموں کو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ والا شہر کہتے ہیں۔

اعادہ کی آزمائش :۔

یہاں بھی طلبہ کو خالی جگہ پُر کرنے کو لیے کہا جاتا ہے مگر اس کے لیے انھیں حافظہ پر زور دے کر اعادہ کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً

1۔ غزل کے پہلے شعر کو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہتے ہیں۔ (مطلع)

2۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہوائی جہاز بہت تیز چلتا ہے۔ (جیٹ)

تقسیم کی آزمائش :۔

الفاظ کی چند قطاریں طلبہ کے سامنے ہوتی ہیں ہر قطار میں چند الفاظ ہوتے ہیں ان میں ایک لفظ کے سوا باقی سب ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ طلبہ کو اس ایک لفظ پر نشان لگانا پڑتا ہے جو باقی الفاظ کی قسم سے خارج ہوتا ہے مثلاً 1۔ چڑیا، کبوتر، کوا، بیل۔

2۔ جموں، سری نگر، کٹھوعہ، انت ناگ، پیرس۔

ترتیب کی آزمائش :۔

اس میں ہر فرد کے نام سے پہلے خالی بریکٹ دیئے جاتے ہیں۔ ان میں سے اس بریکٹ میں ایک لکھ دیا جاتا ہے۔ جس کے مقابل کا فرد وقت کے اعتبار سے سب سے پہلے آتا ہے۔ مثلاً

1۔ ( ) غالب ( ) میر ( ) اقبال۔

2۔ ( ) پریم چند ( ) ابوالکلام آزاد

تشبیہات کی آزمائش :۔

اس میں دو دو سطور کے فقرے دیئے جاتے ہیں پہلی سطر میں ایک مکمل تشبیہ ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ہی ایک غیر مکمل تشبیہ بھی ہوتی ہے دوسری سطر میں چند الفاظ ہوتے ہیں۔ جن میں سے صرف ایک لفظ پہلی سطر والی غیر مکمل تشبیہ کو مکمل کرتا ہے۔ طلبہ ان میں سے لفظ ڈھونڈ کر نشان لگاتے ہیں۔ مثلاً۔

1۔ مصر کے جشن بہاراں سے ہندوستان میں ملتا جلتا تہوار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
دیوالی، عید، ہولی۔ بسنت

2۔ میٹھے کا شہد سے وہی تعلق ہے جو کڑوے کا ۔ ۔ ۔
کونین سے، تجربہ، تلخ کلامی، زبان

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

مشابہت کی آزمائش :-

طلبہ کو دو دو سطور میں چند الفاظ دیے جاتے ہیں جن میں پہلی سطر کے تمام الفاظ آپس میں کسی نہ کسی اعتبار سے مشابہہ الفاظ کا ہم جنس ہوتا ہے اس لفظ پر نشان لگانا ہوتا ہے۔ مثلاً

طبیب، مصنف، تاجر، انگریز، انجنیر۔

متضادات کی آزمائش :-

بریکیٹوں میں دیئے گئے الفاظ میں سے ایک لفظ ڈھونڈنا ہوتا ہے۔ مثلاً 1۔ عارضی [پختہ، مضبوط، مستقل]

2۔ توانائی] طاقت، کمزوری، زور]

اشعار دے کر شاعر کا نام جاننا :-

اس میں مختلف شعرا کے اشعار دے کر شاعر کا نام پوچھا جاتا ہے۔ طلبہ کو اپنے ذہن پر زور دے کر شاعر کا نام لکھنا ہوتا ہے۔ مثلاً

1۔ مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا۔ ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستان ہمارا

2۔ ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا۔ آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔

جملہ ٹھیک کی آزمائش :-

جملوں میں ایک جگہ تین تین لفظ لکھے ہوتے ہیں۔ ان میں سے جس لفظ کے لینے سے جملے ٹھیک بنتے ہیں اس پر نشان طلبہ کو لگانا ہوتا ہے۔

مثلاً 1۔ ماسٹر جی نے خوش۔ ناراض۔ غصے ہو کر راجو کو انعام دیا۔

2۔ گھوڑے۔ بیل۔ گدھے۔ کے سینگ ہوتے ہیں۔

جدید طریقہ امتحان کے فوائد

1.۔ امتحان کے مختلف آزمائشوں کو بنانے میں وقت درکار ہوتا ہے۔ مگر نمبر لگاتے وقت، دقت اور محنت کی بچت ہوتی ہے۔

2۔ جدید قسم کے امتحان واضح طور پر مضمون قسم کے امتحان سے جانچ ہوتا ہے۔ اور اس کے پرچوں میں مضامین کے تمام پہلوؤں کو بخوبی شامل کیا جاتا ہے۔

3۔ اس طریقہ امتحان میں تعصب، رعایت اور گڑبڑ کی گنجائش نہیں رہتی۔

3۔ اس میں رٹائی اور گھوٹا بازی کے بجائے طلبہ کو غور و فکر کی عادت پڑ جاتی ہے۔

5۔ غیر متعلقہ باتیں لکھنی نہیں پڑتی۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

نقائص:-

جدید طریقہ امتحان کی خامیاں حسب ذیل ہیں۔

1۔ جدید قسم صرف معلومات عامہ والے مضامین کے امتحان کے لئے مفید اور موثر ہے

2۔ تحریری کام میں مشق کو نظر انداز ہی کیا جاتا ہے۔

3۔ لکھنے کی مشق نہیں ہو سکتی۔

4۔ قیاس آرائی اور تک بندی کا استعمال بھی ہو سکتا ہے۔

مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جدید طریقہ امتحان کا طریق مضمون قسم کے امتحان بدرجہا بہتر ہے۔ مضمون قسم کے امتحان کی اساس سراسر رٹائی ہی پر ہے۔ جب کہ جدید طریقہ امتحان سے تخلیق اور غور و فکر پر زور ہوتا ہے۔

اُردو پڑھانے کے مقاصد

ہر زبان سیکھتے وقت کچھ مقاصد پیش نظر رہتے ہیں کہ جو زبان سیکھ رہے ہیں یا سکھنے جا رہے ہیں اس میں اتنی مہارت حاصل کیجئے کہ اس زبان میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار بخوبی ہو سکے اور دوسروں سے گفتگو کرتے وقت اپنا مطلب و مفہوم اچھی طرح واضح ہو سکے۔ اس کے علاوہ اس زبان کی تحریر کو بخوبی پڑھا جا سکے اور اپنے خیالات کا اظہار بذریعہ تحریر کیا جا سکے۔ کسی زبان کو سیکھنے کے چار مقاصد ہوتے ہیں اردو پڑھانے کے بھی چار ہی مقاصد ہیں۔ ان مقاصد کو مقاصد چہارگانہ بھی کہتے ہیں اُردو پڑھانے کے بھی مقاصد حسب ذیل ہیں۔

1۔ اُردو بولنا سکھانا (2) اُردو سمجھنا سکھانا (3) اُردو پڑھنا سکھانا اور (4) اُردو لکھنا سکھانا ان چار مقصد کو زبان کے افادی مقاصد کہتے ہیں۔

اُردو بولنا سکھانا:-

اُردو پڑھانے کا پہلا افادی مقصد اُردو بولنا سکھانا ہے بچہ کو مدرسہ میں داخل ہونے کے لئے اس کی عمر ۶ سال ہونی ضروری ہے۔ (آج کل 5+ ہے) کیوں کہ یہ عمر پڑھنا اور لکھنا سیکھنے کے لئے مناسب ہے اس عمر میں بچہ بڑوں کی نقل کرنے میں بڑی دلچسپی لیتا ہے جب وہ اپنے بڑوں کو کچھ پڑھتے دیکھتا ہے تو وہ بھی پڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ یہ ایک [illegible]

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کا ماحول ہی پڑھائی لکھائی کا ہوتا ہے اپنے ماحول سے متاثر ہو ہو کر مدرسہ کی تھوڑی سی توجہ سے بچہ بتدریج پڑھنا سیکھ جاتا ہے۔ اُس کو گفتگو پر خاصا عبور ہو جاتا ہے اور وہ پڑھنا سیکھنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اس کے بیرون مدرسہ مصروفیات اتنی زیادہ نہیں ہوتی کہ اُسے پڑھنا سیکھنے سے روک سکیں اور پڑھنا سیکھنے کی لئے آمادہ رہتا ہے۔ عام طور پر بچوں کا تلفظ صحیح نہیں ہوتا۔ خاص طور پر وہ بچے جو درمیانی اور نچلے طبقے سے مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں عموماً تلفظ کی غلطیاں کرتے ہیں۔ بولنے کی مشق کرانے سے یہ خامی دور ہو جاتی ہے۔ مدرسہ میں طلبہ کو نئے نئے الفاظ، محاورے، تشبیہات اور استعارے سننے کا موقع ملتا ہے۔ طلبہ ان نئے نئے الفاظوں محاوروں، تشبیہوں اور استعاروں کو سن کر اپنی گفتگو میں استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس طرح ان کے ذخیرہ الفاظ میں بتدریج اضافہ ہوتے رہتا ہے اگر مدرس زبان دانی باقاعدہ مسلسل بولنے کی مشق کرائے تو طلبہ کی جھجک دور ہو جاتی ہے اور وہ اپنا مافی الضمیر بہتر سے بہتر طریقہ سے ظاہر کر سکتے ہیں۔

اُردو سمجھنا سکھانا!۔ مدارس میں طلبہ کو ادبی زبان سے روشناس کرایا جاتا ہے طلبہ میں یہ قابلیت پیدا کی جا سکتی ہے کہ وہ تعلیم یافتہ لوگوں کی گفتگو۔ تقاریر وغیرہ سن کر بخوبی سمجھ سکیں۔ عام طور پر بولنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں ساتھ ساتھ نشو و نما پاتی ہیں بعض دفعہ اسکولوں میں ایسے طالب علم ہوتے ہیں جو بول تو سکتے ہیں لیکن اچھی طرح سمجھ نہیں پاتے جب کہ بعض طلبہ سمجھ تو جاتے ہیں لیکن بول نہیں سکتے۔ مدرس زبان دانی کو ایسے طالب علموں پر خصوصی نظر رکھنی چاہیے اور کوشش یہ کرنی چاہیے کہ بولنے اور سمجھنے کی قابلیتیں ساتھ ساتھ نشو و نما پائیں۔

اُردو پڑھنا سکھانا!۔ بولنا سکھانے کے لئے زبان اور کان کو نمایاں کام کرنا پڑتا ہے لیکن پڑھنا سکھانے کے لئے آنکھ زبان اور کان کو بیک وقت برابر کام کرنا پڑتا ہے۔ پڑھنا سکھانا آسان کام نہیں ہے اس کام کے لئے ایک تجربہ کار، محنتی قابل اور تحمل مزاج استاد ہی اس کام سے صحیح معنوں میں عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ اُردو پڑھنے میں ایک بڑی دقت یہ بھی ہے کہ پڑھنے میں اعراب کے بدلنے سے لفظ کا مطلب بدل جاتا ہے اس لئے مدرس زبان دانی کو بڑی احتیاط سے کام لینا پڑتا ہے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation, Chandigarh. Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

مدرس کے لئے پڑھنے اور پڑھانے کے اصولوں سے واقف ہونا ضروری ہے۔ تحتانوی جماعتوں میں تو پڑھنا سکھانے کا کام حروف سے شروع ہو کر الفاظ جملے اور مضامین وغیرہ پر ختم ہوتا ہے لیکن طبقہ وسطانیہ اور طبقہ عالیہ کے طلبہ کو پڑھنا سکھانے کا کام قدرے آسان ہو جاتا ہے پڑھنے میں طلبہ عام طور پر تلفظ محل استعمال موضوع ربط تسلسل روانی طرز ادا اور رموز اوقاف میں غلطیاں کرتے ہیں جس سے عبارت کا مفہوم ہی بدل جاتا ہے اسکولوں میں پڑھائے جانے والے تمام مضامین کی کتب کسی نہ کسی زبان میں ہیں۔ اس لئے زبان میں تحریر کی ہوئی باتوں کو پڑھانے کی صلاحیت و قابلیت پیدا کرنا ضروری ہے۔ تحتانوی جماعتوں میں بلند مطالعہ اور اونچی جماعتوں میں خاموش مطالعہ نہایت مفید ہے۔ طلبہ کو پڑھانے کی زیادہ سے زیادہ مشق کرائی جانی چاہیئے۔ پڑھنا سکھانا روزمرہ کی زندگی کے کام بھی آتا ہے۔

اُردو لکھنا سکھانا:- لکھنا پڑھنے سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیوں کہ پڑھنا اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب کہ کچھ لکھا ہوا ہو لیکن چوں کہ لکھنے سے پڑھنا آسان ہے اس لیے موجودہ نظام تعلیم میں پہلے پڑھنا سکھایا جاتا ہے پڑھنا اور لکھنا دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں اگر پڑھنا آئے اور لکھنا نہ آئے تو ہماری تعلیم ادھوری رہ جائے گی کیوں کہ ہمارا ہر کام حرف پڑھائی کے ذریعے ہی انجام پا سکتا ہے۔ لکھنا سکھانے کے مقاصد کے بارے میں اولڈ برک اپنی کتاب "پرنسپلس آف رائٹنگ" میں لکھتا ہے کہ طلبہ، تجارتی اور خانگی خطوط اور دوسری باتیں لکھ سکیں (۲) اپنے تجربوں خواہشوں اور ضرورتوں کو تحریر میں لا سکیں (۳) اپنے درسی مضامین کے متعلق اُردو میں خیالات قلم بند کر سکیں۔ (۴) اپنے لکھے ہوئے مضامین ضبط تحریر میں لانے کے قابل ہو جائیں تھوڑے سے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح زبان کا پڑھنا سکھنا ضروری ہے اسی طرح لکھنا سکھنا بھی ضروری ہے جس طرح اُردو پڑھانے کے چار افادی مقاصد ہیں اسی طرح ادب کے مطالعہ کے بھی تین مقاصد ہیں جن کو کلچری مقاصد کہتے ہیں ا۔ ذوق سلیم کی پرورش

ب۔ اخلاق کی تربیت

ج۔ فیصلہ اور تخیل کی مشق۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

ذوق سلیم کی پرورش :- تعلیم کا مقصد صرف درسی کتابوں کے مطالعہ تک ہی محدود نہیں ہے درسی کتابوں میں تو چند منتخب شدہ مضامین یا نظمیں ہوتی ہیں۔ اصلی خزانہ تو ادب کی بے شمار کتابوں میں چھپا ہوا ہے جس کی ایک جھلک درسی کتابوں میں نظر آتی ہے اس لئے مدرس زبان کو طلبہ میں درسی کتابوں کے علاوہ دوسری اچھی کتابوں کو پڑھنے کا ذوق پیدا کرنا چاہیئے۔ مدرس اردو کا یہ فرض ہے کہ وہ جب جماعت میں سبق پڑھاتا ہے تو سبق کی مناسبت سے طلبہ کی توجہ اچھی کتابوں کی طرف متوجہ کرائے اس کے لئے ضروری ہے کہ اسکولوں کی لائبریریوں میں مفید اور دلچسپ کتابوں کا کافی ذخیرہ ہو اور والدین پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ بچوں کو پڑھنے کے لئے مفید کارآمد اور دلچسپ کتابیں مہیا کریں۔ اگر طلبہ کو اسکولوں سے بھی کتابیں نہ ملیں اور گھر پر بھی اس کا انتظام نہ ہو سکے تو لازماً یا تو طلبہ اپنے دوستوں عزیز و اقارب سے کتابیں لے کر پڑھیں گے

اگر ابتدائی جماعتوں ہی سے طلبہ کی صحیح رہنمائی کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ طلبہ اچھی طرح کتابوں کو چھوڑ کر دوسری گھٹیا قسم کی کتابوں کی طرف متوجہ ہوں۔ طلبہ کے ذوق سلیم کی تربیت کے لئے مدارس میں اور ساتھ ساتھ گھر میں بھی مفید کارآمد اور دلچسپ کتابوں کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اسکولوں میں اساتذہ کو اور گھروں میں والدین کو طلبہ کی رہنمائی کرنی چاہیئے۔

اخلاق کی تربیت :- ذوق سلیم کی وجہ سے طلبہ میں اچھی اور بری کتابوں کو پرکھنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اچھی کتابیں پڑھنے سے طلبہ کی اخلاق پر بھی اچھا اثر پڑتا ہے وہ کاموں کو کرنے اور اچھی باتوں کو اپنانے کے عادی ہو جاتے ہیں تعلیم کا اولین مقصد طلبہ کا اخلاق و کردار بلند کرنا ہے تاکہ وہ اچھے شہری بن سکیں اور اپنے ماحول و سماج کی اہم ضرورتوں کو پورا کر سکیں۔ طلبہ کو پڑھا کر امتحان میں پاس کرا دینا۔ بڑی بڑی ڈگریاں دلوا دینا۔ اس سے تعلیم کا مقصد پورا نہیں ہوتا ضرورت اس بات کی ہے کہ طلبہ میں تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاق و کردار کی بلندی بھی پیدا کی جائے۔ درسی کتابوں میں ہمت، بہادری، حب الوطنی جدوجہد ایمانداری فرض شناسی اور دیانتداری جیسے مضامین نصاب میں شامل کئے جائیں تاکہ وہ با اخلاق باکردار بن سکیں اسکولوں میں طلبہ کی سیرت سازی اور اخلاق و

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کردار کو بلند کرنے کے لئے زبان پڑھائی جاتی ہے۔

فیصلہ اور تخیل کی مشق :- قوت فیصلہ کے تعلق صرف ادب سے ہی نہیں بل کہ اس کی قدر و قیمت ہماری روز مرہ زندگی سے وابستہ ہے اس لئے اس قوت تربیت اسکولوں میں دینا وقت کی اہم ضرورت ہے زندگی میں قدم قدم پر ہم چھوٹے بڑے فیصلے کرنے پڑتے ہیں اگر قوت فیصلہ کی صحیح تربیت نہ ہوتی تو ہمیشہ انسان کشمکش میں مبتلا رہتا ہے اور ایسے انسان کی زندگی کبھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتی۔ اسکولوں میں ایسے بہت سے مواقع آتے ہیں جن سے فائدہ اٹھا کر مدرس زبان طلبہ کی قوت فیصلہ کی اچھی خاصی مشق اور تربیت ہو سکتی ہے۔ مدرس زبان کو طلبہ بحث و مباحثہ کے دوران بڑی ہوشیاری سے کام لینا چاہیئے طلبہ کی دلیلوں کو پوری دل چسپی اور غور سے سننا چاہیے اور اور اپنا فیصلہ طلبہ پر مسلط کرنے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے ایسا کرنے سے طلبہ کی دل چسپی ختم ہو جائے گی بل کہ مدرس زبان طلبہ سے کہے کہ آپ نے جس طرح بحث و مباحثہ میں حصہ لیا اس کے لئے آپ قابل تعریف ہیں۔ طلبہ کو صحیح فیصلہ تک پہچانے کے لئے مدرس کو ان دلائل کو طلبہ کے سامنے پیش کرنا چاہیئے جن کی روشنی میں مدرس زبان نے نتیجہ اخذ کیا ہے۔

املا محزا لحسن اپنی کتاب " طریقہ تعلیم اردو " میں لکھتے ہیں کہ "حقیقت اشیاء کا وصف ہے جسے دماغ محسوس کرتا ہے اور تخیل دماغ کا فعل ہے جو محسوس کرتا ہے اس کے علاوہ یہ فعل دماغ جسے تخیل کہتے ہیں ہر صورت میں حقائق سے متعلق ہوتا ہے۔ اور تجربہ بر اثر انداز ہوتا ہے جس منظر کا ہم تخیل کرتے ہیں اس کے علاوہ عناصر ہوتے ہیں جو ہم مشاہدہ قدرت سے حاصل کرتے ہیں " تخیل کے سامنے چیزیں اس طرح ظاہر نہیں ہوتیں جس طرح کہ چشم ظاہر کے سامنے ظاہر ہوتی ہیں بل کہ اس طور بر ظاہر ہوتی ہیں جسے کشف یا مکاشفہ کہتے ہیں۔ اسی طرح تخیل کی بھی ایک قدر و قیمت ہے مدرس زبان کا کام یہ ہے۔ کہ طلبہ کا تخیل زندگی کی اعلا قدروں کی طرف موڑ دے تاکہ طلبہ با اخلاق و باکردار بنیں اور ان کے دل و دماغ میں ہمیشہ اعلا خیالات، اچھے جذبات و رجحانات پرورش پاتے رہیں۔ زبان کی تعلیم سے تخیل کی نشو نما کا مقصد پورا کیا جا سکتا ہے جس کے لئے مطالعہ کتب ضروری ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

امتحانی پرچہ جات

JDEEN
203/6391

M. M: 80 Time allowed: 2½ HOURS

نوٹ: پہلے حصہ میں سے تین اور دوسرے حصہ میں سے دو کے جواب لکھیے۔ حصہ اول میں سے سوال نمبر 2 ضروری ہے۔

حصہ اول

1- ریاست جموں کشمیر میں اردو کا مقام متعین کیجئے۔ (15)

2- چھٹی جماعت کے لئے اپنی پسند کی کسی نظم کا لیسن پلان ضروری اقدام کے ساتھ تیار کیجئے۔ (20)

3- مختصر نوٹ لکھیے۔
نظم۔ قصیدہ افسانہ (15)

4- سرسید یا حالی کی طرز تحریر کی خصوصیات کا جائزہ لیجئے۔

5- بچوں میں بہتر مضمون نگاری کی صلاحیت کیسے پیدا کی جا سکتی ہے اس چیز کیلئے کن کن باتوں کا لحاظ رکھنا لازمی ہے۔ (15)

حصہ دوم

1- درسی کتابوں میں کن خصوصیات کا ہونا لازمی ہے بیان کیجئے۔ (15)

2- لکھنا سکھانے کے لئے املا نویسی کی کیا اہمیت ہے اس سے بچوں کو کیا فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ (15)

3- مطالعہ بالجہر اور مطالعہ بلا جہر میں کیا فرق ہے؟ مطالعہ بالجہر سے بچوں کی کن کن خامیوں کو دور کیا جا سکتا ہے۔

4- توضیحات سے کیا مراد ہے؟ تدریس زبان کے سلسلہ میں کس طرح کی توضیحات کا استعمال بچوں کے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔ (15)

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

TEACHING OF URDU

M.M. 75 B.Ed.

نوٹ! - مندرجہ ذیل سوالات میں سے صرف چار سوالات کے جواب دیجیے؛ تمام سوالات کے نمبر مساوی ہیں۔

اردو زبان کے ابتدائی دور کا سرسری جائزہ لیجیے۔ آپ کی رائے میں کہاں تک درست ہے کہ غدر کے بعد کا دور اردو زبان کا سنہری دور تھا۔

2- مادری زبان کے نقطہ نظر سے مدرسں میں اردو پڑھائے جانے کے کیا مقاصد ہیں؟

3- اردو اسباق پڑھانے کے کون سے طریقے ہیں؟ اسباق کی تنقید کرتے وقت تنقید نگار کو کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

۴- خاموش خوانی سے کیا مراد ہے؟ طبقہ فوقانیہ میں خاموش خوانی کے مقاصد وضاحت سے بیان کیجیے۔

5- مدارس میں نظم کی تدریس کے مقاصد تفصیل سے بیان کیجیے۔

6- موجودہ دور میں مدارس میں طلبہ کو اردو زبان کے قواعد پڑھانے کی کیا اہمیت ہے؟ قواعد اردو کی تعلیم پر کیے گئے اعتراضات کہاں تک حق بجانب ہیں

۷- جماعت نہم کے لئے اردو نظم کے ایک سبق پر اشارات سبق لکھیے۔

8- موجودہ نظام تعلیم میں درسی کتابوں کا کیا مقام ہے؟ درسی کتابوں کے استعمال کی مخالفت و موافقت میں اپنے دلائل پیش کیجیے۔

۹- "زائد از نصاب مصروفیات اتنی ہی قدیم ہیں جتنا کہ ہمارا تعلیمی نظام" اس بیان کی روشنی میں زائد از نصاب مصروفیات کی اہمیت پر اپنے خیالات کا اظہار کیجیے۔

۱۰- اردو کے معلم میں کون کون سی خوبیاں ہونی چاہییں کہ وہ مجموعی طور پر طلبہ میں ذوق ادب پیدا کر سکے؟

G.M. College of Education
Raipur, Bantalab
Jammu
Acc. No. 3563
Dated.........

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant